قدرتی مثالوں کی حکمت

خدا کی تمام مثالیں اور دانائیاں جو وہ اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے کھولتا ہے، ہمیشہ عام اور قدرتی مظاہر سے تعلق رکھتی ہیں، تاکہ زمین کی ہر مخلوق ان کی تصدیق کرسکے اور ان سے دانائی حاصل کرسکے۔ وہ ایسے تغیرات وحوادث اور غیر فطری وصناعی چیزوں کا ذکر نہیں کرتے جن کو دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کسی خاص طرح کی زندگی، خاص طرح کے علم اور خاص طرح کے گردوپیش کی ضرورت ہو، بلکہ اس کی ہر تعلیم ایسی عام اور خالص فطری حالات سے متعلق ہوتی ہے، جس کو سن کر جنگل کا ایک چرواہا اور متمدن آبادیوں کا فیلسوف دونوں یکساں اثر کے ساتھ خدا کی سچائی کو پاسکتے ہیں۔ پس اگر تم نے فلسفہ وحکمت نہیں پڑھا، اگر تم نے اجرام سماویہ کے دیکھنے کے لیے کسی رصد خانے کی قیمتی دُوربین نہیں پائی، اگر تم کو مادہ کے خواص کا تجربہ نہیں، اگر تم کسی دارالعلوم کے اندر برسوں تک نہیں رہے، اگر تم صحرائی ہو، اگر تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر گوشہ نشین ہو، اگر پھونس کی ایک چھت اور بانسوں کی ایک شکستہ دیوار ہی رہنے اور بسنے کے لیے تمہارے حصے میں آئی ہے اور اس طرح تم نہیں جانتے کہ اپنے خدا کو آسمان کے عجیب وغریب ستاروں کے اندر کیوں کر دیکھو اور اس کے حسن و جمال کو عناصر و ذرات خلقت کی آمیزش وآویزش کے اندر کیوں کر ڈھونڈو، تاہم تم انسان ہو، تم کو روح دی گئی ہے اور تم زمین پر بستے ہو، تم آسمان کی ہر بدلی کے اندر، بادلوں کے ہر ٹکڑے کے اندر، ہواؤں کے ہر جھونکے کے اندر، بارانِ رحمت کے ہر قطرے کے اندر، اپنے خداوند حیّ وقیوم کو، اس کی حکمت وقدرت کو، اس کی رافت ورحمت کو، اس کے پیار اور محبت کو دیکھ سکتے ہو اور اسے پاسکتے ہو۔ تم میں سے کون ہے جس نے امید وبیم کی نظروں سے کبھی آسمان کو نہیں دیکھا اور اس کی بجلیوں کی چمک اور بادلوں کی گرج کے اندر اپنی کھوئی ہوئی امید کو نہیں ڈھونڈا؟

”وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا“ (روم:۲۴) اور قدرت الٰہی کی ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ جب زمین پیاسی ہوتی ہے اور خشک سالی کے آثار ہر طرف چھا جاتے ہیں تو وہ آسمان پر بارش کی علامتیں پیدا کر دیتا ہے اور تم امید وبیم کی نظروں سے انہیں دیکھتے ہو۔

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ، ص:۳۴۷)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

کیا ماہ صفر منحوس ہے؟

عن ابی هريرة رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا عدوى ولا صفر ولا هامة فقال أعرابى: يا رسول الله! فما بال الابل تكون فى الرمل كأنها الظباء فيأتى البعير الأجرب فيدخل بينها فيجربها؟ فقال رسول الله فمن أعدى الاول (اخرجه البخارى :٥٧١٧)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بیماری خود بخود نہیں لگتی۔ نہ ماہ صفر سے بدشگونی لینا (اسے منحوس سمجھنا) اور نہ ہی الو کو منحوس سمجھنا درست ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان پر ایک دیہاتی نے سوال کیا یا رسول اللہ؟ اگر کسی بیماری کا ایک دوسرے کو لگ جانا (متعدی ہونا) کوئی چیز نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ اونٹ کے ریوڑ ریگستان میں رہتے ہیں۔ وہ اس طرح صاف ستھرے اور نشیط ہوتے ہیں گویا کہ ہرن ہیں، لیکن ان میں ایک خارش زدہ اونٹ آکر شامل ہوجاتا ہے تو وہ (اپنی اس بیماری) خارش سے پورے ریوڑ کو خارش زدہ کردیتا ہے؟ تو رسول اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا: تو یہ بتلاؤ کہ پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا ہے۔

تشریح: خالص صحیح اسلامی عقیدہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے یہ نعمت عظمی جس کو حاصل ہو، تو گویا اس نے اللہ رب العالمین کو اچھی طرح جان اور پہچان لیا اور اللہ رب العالمین پر ایمان لانے کے معانی ومفاہیم کو بھی سمجھ لیا چنانچہ ایک صحیح اسلامی عقیدہ کا حامل شخص کبھی شرک اکبر کا مرتکب نہیں ہوسکتا ہے اور نہ ہی شرکیہ عمل کو پسند کرسکتا ہے۔ شرک، توحید کی ضد ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور ناقابل معافی عمل ہے۔ لہٰذا وہ تمام اقوال وافعال وعبادات جو اللہ کی ناراضگی کا سبب بنے یا شرک سے قریب کرے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ بدقسمتی سے ہمارے درمیان شرک اس قدر سرایت کرچکا ہے اور ہم اس کے ایسے عادی ہوگئے ہیں کہ بسا اوقات توحید وشرک میں فرق کرنا مشکل ہوجاتا ہے اور ایک عام انسان تلبیس کا شکار ہوجاتا ہے اور یہ غلط فہمی کبھی کثرت تعداد کو اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے یا کبھی جہالت غالب ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ انہی شرکیہ اور جاہلی اعمال میں سے ایک عمل ماہ صفر سے متعلق ہے جس کا ذکر مذکورہ بالا حدیث میں ہوا ہے۔

سب سے پہلے ہمیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ مہینوں کی تقسیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ہر مہینہ میں نفع ونقصان کا ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہی مالک الملک ہے وہی نافع وضار ہے چنانچہ اسلامی کلنڈر کے اس دوسرے مہینے ماہ صفر کے تعلق سے منفی سوچ رکھنا صحیح اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے، کہ یہ مہینہ بہت منحوس ہے اس میں کئے جانے والے کام نامکمل ونامراد ہوتے ہیں چنانچہ اس بدعقیدگی کی بنیاد پر لوگ اپنے پختہ عزم کو بدل دیتے ہیں اور بڑے سے بڑے پروگرام کو کینسل کردیتے ہیں درحقیقت اس کے پیچھے جاہلی عقیدہ کارفرما ہے زمانۂ جاہلیت میں لوگ جب کسی کام کا پختہ ارادہ کرتے یا گھر سے نکلتے تو پرندہ اڑا کر اپنے ارادہ کا فیصلہ کرتے اور اس سے بدشگونی لیتے درحقیقت دین اسلام نے اس طرح کی بدشگونی سے منع فرمایا ہے اور اس کو شرک قرار دیا ہے۔ رسول پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جس شخص کو بدشگونی کسی کام سے روک دے تو اس نے گویا شرک کیا جیسے کسی آدمی کو راستے میں کالا کتا مل جائے یا اس کے سامنے سے بلی گزر جائے یا کوئی صبح سویرے نہار منہ کسی مسکین یا فقیر سے ٹکرا جائے تو وہ اسے بدشگونی پر محمول کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آج کا دن اس کی وجہ سے خراب ہوگیا۔ اسی طرح ماہ صفر سے بھی بدشگونی لینا شرک ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ لہٰذا ہمارا عقیدہ ماہ صفر کے تعلق سے بالکل صاف وشفاف ہونا چاہیے اور اس مہینے کو بھی اسی طرح گزارنا چاہیے جس طرح بقیہ مہینہ گزارتے ہیں اس میں شادی بیاہ کرنا، گھر سے منتقل ہونا، دوکان وکاروبار کی اوپننگ کرنا، نئے گھر کی زینت بننا، رشتے کے لئے پیش کش کرنا وغیرہ وغیرہ جتنے کام انسانی زندگی کی ضرورت ہے سب حسب معمول کئے جائیں اور اس ماہ کو منحوس نہ سمجھا جائے بلکہ اس ماہ کو منحوس سمجھنے والا شخص خود ہی منحوس ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے عقیدہ کو چست ودرست کریں اور بدشگونی جیسے شرکیہ اعمال سے خود بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرما اور جب تک زندہ رکھ دین پر صحیح اسلامی عقیدہ کے ساتھ ثابت قدم رکھ اور جب رخصتی کا وقت ہو تو اسی عقیدہ کے ساتھ رخصت فرما۔ آمین وصلی اللہ علی نبینا محمد.

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
حسن اخلاق: انسانیت کی معراج	۶
بڑائی تو اُسی کو زیبا ہے	۸
تربیت اولاد اور والدین	۱۱
مسلمانوں کے لئے پُر آشوب دور	۱۳
قرآن کریم کی بعض خصوصیات	۱۶
خود نمائی اور فیشن پرستی	۱۸
ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کے مسجد نبوی کے دروس	۲۴
اسی کو تھام کر ہوتی ہیں قومیں سربلند، اعلیٰ (نظم)	۲۶
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۷
جماعتی خبریں	۳۱
اعلان داخلہ المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیہ	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ	۱۵۰/روپے
فی شمارہ	۷/روپے
پاکستان	۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدارس اسلامیہ

اس وقت ہماری توجہ کا اہم مرکز

یوں تو اس وقت بہت سے اہم امور و مسائل ہیں جو ہماری توجہ کا اہم مرکز اور محور ہیں۔ مگر ان میں فوری اور اہم تر توجہ طلب اور مستحق عنایت مسئلہ مدارس کی بقا و استحکام ہے۔ جس پر ہماری توجہ مرکوز ہونی چاہیے۔ کیونکہ دین کے یہ قلعے مدارس اسلامیہ ہماری باعزت، باایمان اور باشرع زندگی کی ضمانت اور قرآن و حدیث کی حفاظت کا اہم ترین ذریعہ ہیں۔ آپ غور کریں تو اللہ کی توفیق سے اُنہی کے دم قدم سے ہم دین و ایمان اور شریعت پر قائم ہیں۔ اس گئے گزرے اور مادیت زدہ دور میں بھی روحانیت سے جو ہمارا لگاؤ ہے اور جو کچھ ہمارا سرمایۂ حیات اور ذخیرۂ آخرت ہے وہ ان مدارس کی وجہ سے ہے۔ انہی مدارس کے مرہون منت ہماری مساجد کی اذانیں اور صدائیں ہیں، ان کے مناروں اور مئذنوں سے اللہ اکبر کی دلنواز صدائیں سنائی دیتی ہیں۔ انہی کے وجود سے منبر و محراب اس وقت خامیوں کے باوجود قائم ہیں۔ انہی کے سپوتوں اور فرزندوں کے وجود سے ہمارا بھرم قائم ہے۔ ہمارے آباء واجداد اور اسلاف کے چودہ سو سالہ عظیم علمی، دینی، ثقافتی، تمدنی، تہذیبی ورثے کی امانت تمام کمزوریوں کے باوجود انہی علماء کے دم سے محفوظ و معلوم ہے جس پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ حلال و حرام کی معرفت و تمیز دراصل مدراس کی انہی تعلیمات سے قائم ہے۔ معروف و منکر کی پہچان، ان کے حدود و شرائط اور فرائض و واجبات انہی تعلیمات ربانی و ایمانی کے مرہون منت ہیں جو مدارس میں دی جاتی ہیں۔ اخلاق و آداب اور سیرت و کردار کی اہمیت و ضرورت انہی مدارس کی وجہ سے قلب و جگر میں جاگزیں ہے اور اس سے متصف ہونے کی فرضیت اور افضلیت کو نبھانے اور اپنانے میں ان مدارس کا کردار ہی اصل ہے اور ”وانک لعلیٰ خلق عظیم“ کی تعلیم و تعمیل انہی مدارس کے ذریعہ عام کی جاتی ہے۔ تزکیہ و احسان جو ہمارے دین و ایمان کا مغز اور گودا ہیں اور جو ہمارے اس جسم اسلامی و شرعی میں روح کی حیثیت رکھتے ہیں وہ انہی تربیت کدوں اور تزکیہ گاہوں کے ذریعہ پروان چڑھتے ہیں۔ عبادات و معاملات، اقتصادیات و معاشیات، اخلاقیات و سیاسیات،

سماجیات اور احتیاجات حیات مستعار اور تمام امور میں کامیاب دینی رہنمائی مدارس ہی کے طفیل ہے۔ادنی نکاح وبیاہ سے لے کر عقیقہ وولیمہ اور دیگر مختلف تقریبات میں بھی دینی رہنمائی کے بغیر ہم مومن کامل باقی نہیں رہ سکتے اور بسااوقات اس کا ذریعہ ہمارے یہ دینی مدارس اور ان کے متعلقین ومنتسبین ہیں۔نت نئے چیلنجوں اور جدید مسائل وسائل، مخترعات وایجادات، مصنوعات وماکولات اور ملبوسات ومعنویات میں رہنمائی اور جوابدہی ان قلعوں اور اس کے مکینوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔انہی مدارس کا دین ہے کہ ہم نے عدل ومساوات اور اخوت ومحبت کے پیغام کو ہمیشہ عام کیا۔قومی یکجہتی، آپسی بھائی چارہ اور انسانیت نوازی کا سبق دنیا کو سکھایا اور ہر طرح کی عصبیتوں اور نفرتوں کی چلتی ہوئی آندھی میں بھی اخوت انسانی اور رواداری کی باد بہاری چلائی ہے جس کی وجہ سے سب بھائی بھائی اور شیر وشکر ہو گئے۔

یقین کیجئے! یہ قلعے خود اس کے طلباء ومتعلّمین، اساتذہ ومدرسین اور اس کے منتظمین واراکین ہیں اور اہل خیر ومحسنین اس کے اساطین، اصل رکن رکین اور پیلرس کی حیثیت رکھتے ہیں۔کیونکہ مدارس کے در ودیوار اگر حیز ومکان ہیں تو اساتذہ وطلباء ایک طرح سے جسم وجان ہیں اور آپ محسنین ومخیّرین ان کی رگوں میں دوڑتے ہوئے خون ہیں۔کیونکہ کچھ ہیئت ترکیبی ہمارے ان قلعوں کی ایسی ہی واقع ہوئی ہے۔اگر ان کا یہ مرکب وجود نہیں رہا تو گویا یہ قلعے نہیں رہیں گے۔بس سراب وخواب رہ جائے گا جس کے پیچھے حسرت ویاس اور ہلاکت وخسران کے علاوہ کچھ بچتا ہی نہیں۔وہ سامان عبرت وتازیانہ بھی نہیں کہ وہ زندہ اقوام کی علامت ہے کیونکہ زندہ قومیں ہی عبرت پکڑتی ہیں۔

الغرض مدارس کی اہمیت وضرورت کل کے مقابلے میں آج زیادہ ہے، ان کی ضرورتیں بھی انقلاب زمانہ اور بدلتے حالات ومقتضیات کے تحت روز افزوں ہیں، کورونا وائرس کی اس مہاماری اور مصیبت وآزمائش کے وقت میں ان کو مختلف طرح کے چیلنجز درپیش ہیں اور وہ بڑی تیزی سے عجیب طرح کی کشمکش، اندیشے اور کسمپرسی کی طرف رواں دواں ہیں۔اللہ نہ کرے وہ اپنے وجود وبقاء کی جدوجہد میں دوراہے پر کھڑا ہونے کی پوزیشن میں ہوتے جارہے ہیں۔ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس گئے گزرے آخری دور میں بھی ان کے علماء اور فضلاء ہماری شناخت اور ہماری اور ہماری نسلوں کی بقاء وحفاظت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔بعض کوتاہیوں سے قطع نظر انہی سے ہمارا بہت سا بھرم باقی ہے۔رہ گیا کچھ خامیوں اور کوتاہیوں کا خیر خواہانہ ذکر تو ہمیں کھلے دل سے اس کا اعتراف کرنا چاہئے۔خصوصا تزکیہ واحسان، تربیت واخلاق، تقوی وطہارت اور زہد وورع جو اسلاف کا طرہ امتیاز تھا اور جو علماء اور طالبان علوم نبوت کا شعار ودثار تھا، اس کی کمی اور فقدان کے شکوی میں تو میں آپ کے ساتھ ہوسکتا ہوں لیکن ہم اسے صرف اہل مدارس کے سر ڈال کر سبکدوش نہیں ہوسکتے، بلکہ کہیں نہ کہیں طلبہ گارجین اور معاشرہ بھی اس کا جواب دہ ہے۔میرا خیال ہے کہ ہمارے اکثر ارباب مدارس اس کی جوابدہی اور اس کو فیس کرنے سے نہیں ہچکچائیں گے۔لیکن غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ کیا کوتاہیوں کے وہم وخیال میں اس اہم ترین کام کو نظر انداز کر دیا جائے؟ بھئی اس طرح تو دنیا کا کوئی کام انجام ہی نہیں پا سکتا۔اس لئے ضرورت ہے سب سے پہلے اپنے احتساب اور اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی، دینی جماعتوں خصوصا ان دینی قلعوں مدارس اسلامیہ کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے کی اور بہت سنجیدگی سے غور کرنے کی کہ ہم نے اس سیکولر ملک اور بدلتے ہوئے حالات میں اپنے دین وایمان اور نسل کی حفاظت وبقاء اور آخرت میں جوابدہی کے لئے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور اپنے حصے کی کتنی ذمہ داری نبھائی؟ ان کے کیا حقوق ہیں ان کو جاننے کی کتنی کوشش کی؟ اور کتنے حقوق ادا کئے؟ ایسا تو نہیں کہ مال زکوٰۃ سے ان کی کچھ مدد کردی اور فرض ادا ہوگیا؟ کیا کبھی سوچا آپ نے کہ آپ نے اپنے مال کو پاک اور بابرکت کرنے کے لئے اپنا فرض ادا کیا؟ لیکن ذاتی طور پر خالص مدارس کے لئے کیا کیا؟ کیا اس کی ضرورتوں کو جاننے کی کوشش کی؟ اس کی دیکھ ریکھ کی؟ مزید جان ومال کی ضرورت پڑنے پر اپنا راس المال اور وقت خرچ کیا اور کیا کبھی ایسا بھی وقت آیا کہ آپ نے اپنی ضرورت پر اس کی حاجت کو ترجیح دی ہو؟ یہ تو آپ کا فرض تھا اور آپ کے اسلاف کا نمونہ تھا۔

یہ بات ہرگز فراموش نہ کریں کہ کتاب وسنت کی تعلیم وتعلم فرض ہے اور اس روئے زمین پر بفحوائے فرمان نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب سے بہتر کام ہے۔''خیر کم من تعلم القرآن و علمه ''۔''تم میں سب سے بہتر وہ ہیں جو قرآن کو سیکھتے اور سکھاتے ہیں''۔ لیکن آپ نے اس سب سے بہترین کام کو اپنے مال کے میل کچیل سے انجام دیا، کیا اس پر آپ نے کبھی غور کیا؟ اس کے لئے اگر ہم اپنا سب سے پاکیزہ، محبوب ترین مال اور نفیس ونائس (Nice) مال خرچ کر کے رات دن روتے اور آہ وزاری کرتے کہ مولائے کریم اپنے کلام

اور نبی کے فرمان کی تدریس وتعلیم اور تبلیغ واشاعت کے اس سب سے بہتر کام کے لئے میری اس حقیری سی پونجی کو قبول فرما کر مجھ پر کرم فرما اور شکر گزار بندوں میں بنا۔تب بھی حق تو یہ تھا کہ حق ادا نہ ہوا۔چہ جائیکہ میل کچیل جو فقراء ومساکین اورمحتاجین ومسافرین کے لئے متعین ہے، اپنے سب سے اچھے لوگ طلباء و اساتذہ پر خرچ کرکے خود ثابت کررہے ہیں کہ آپ سب سے گھٹیا اور نچلے سطح کے لوگ ہیں۔پھر ان کو اس سطح پر لے جانے کے بعد بھی ان کو باوقار رہنمائے قوم وملت، باعزت علمبرداران دین وایمان اور ایسا پیکر صدق وصفا دیکھنا چاہیں جو صحابہ صفت اور فرشتوں سے کم نہ ہوں۔تو ہمیں اپنے رویہ پر سہ بارہ غور کرنا چاہئے۔اسی طرح ہمارے طلباء ومدرسین اور منتظمین کو بھی ایسے حالات میں ایثار وقربانی اور ہر طرح سے صبر واستقامت کے ساتھ مشکل حالات میں بھی اپنے ان فرائض وذمہ داری کو ادا کرتے رہنا چاہئے۔ہمارے علماء ومحدثین، بہت سے فقہاء اور داعیان دین نے خشک روٹیاں کھا کر اس علم کو سیکھا اور سکھایا، پڑھا اور پڑھایا ہے، یہ اسوہ اور نمونہ بھی اور اسلاف کے یہ انمٹ نقوش ہمہ وقت ہمارے مدنظر رہنا چاہئے کیونکہ یہی ان کا طریقہ تھا۔کیا ہم ان حالات میں بھی ان دینی قلعوں اور ایمانی مراکز کے لئے آئندہ نسلوں کی خاطر اتنا بھی نہیں کرسکتے اور کیا یہ ذمہ داری صرف عوام اور محسنین کے سر ڈال کر سبک دوش ہوسکتے ہیں۔پھر وارثین انبیاء اور غیور اسلاف و جانشیں ہونے کے کیا معنیٰ ہیں؟اور کیا عنداللہ وعندالناس سخت جوابدہی سے بچ پائیں گے؟۔مجھے امید ہے کہ اس بحران اور سخت وقت میں آپ کا عزم و استقلال اور قربانی و ایثار اوج پر ہوگا اور سب کی ثبات قدمی اور پیش قدمی کا ذریعہ بنے گا۔

میرے محسنو اور کرم فرما بھائیو! بارہا مختلف مناسبتوں سے یہ بات بہت دردمندی سے آچکی ہے کہ برصغیر میں ہمارے آباء واجداد اور اسلاف کتنے دور اندیش تھے کہ انہوں نے آئندہ نسلوں کے ایمان کو شکوک وشبہات اور عملی و اعتقادی ارتداد سے بچانے کے لئے قیام مدارس کو ضروری سمجھا۔لیکن لوگوں کے مال کے میل کچیل زکوۃ سے اتنے عظیم الشان اور اہم فریضے کی انجام دہی یعنی ان مدارس کو چلانا کیوں کر روا رکھا؟ جہاں ان کی اس فکر وعمل پر سخت حیرت و استعجاب ہوتا ہے وہیں ان کی دور اندیشی اور ہندوستان میں اپنی آنے والی نسلوں کی بوجوہ بے حسی، دین سے بے رغبتی، دنیا اور مال کی محبت اور دنیا سے دلچسپی کو بھانپ اور تاڑ لیا تھا، اس پر ان کو خراج عقیدت پیش کرنے کا بھی دل چاہتا ہے کیونکہ انہوں نے تاڑ لیا تھا کہ مسلمانوں میں سے دین بیزار اور جاہل ودنیادار قسم کے لوگ ان دینی قلعوں سے کوئی سروکار نہیں رکھ پائیں گے۔اسی طرح ان میں دیندار اور ایماندار مسلمان بھی اپنا تن من دھن نہیں لگا پائیں گے۔الا من رحم ربی۔لیکن کم از کم کچھ دین کی فکرمندی، کچھ اپنے مال کی پاکیزگی اور زکوۃ کی فرضیت انہیں مجبور کرے گی کہ اس کو ان دینی مدارس پر خرچ کریں اور زکوۃ ہی سے سہی ان قلعوں کی بقاء اور حفاظت کا کام بھی کرتے رہیں۔اس دور اندیشی پر ان کے لئے دل سے دعا بھی نکلتی ہے۔ویسے اللہ تعالی اپنے دین کا محافظ ونگہبان ہے اور کتاب وسنت کی حفاظت اور خدمت کی توفیق اپنے انہی بندوں کو عطا فرماتا ہے جن کے مقدر کا سکندر جاگتا ہے، اور جو اخلاص وامانت کے ساتھ اس کی خدمت کرتے ہوئے اللہ کا شکر بجالاتے ہیں۔

میرے بھائیو! اگر دینی مدارس کی خدمت اور اس کا تعاون کرنے کی سعادت وخوش بختی اور برکت ہمارے حصے میں آئی ہے تو احسان جتانے کے بجائے ہم اللہ کا بار بار شکر بجالائیں، بصورت دیگر اپنی شومئ قسمت کو کوسیں اور بار بار روئیں. **اللھم وفقنا لما تحبہ و ترضاہ، انک سمیع مجیب الدعوات.**

اس لئے اپنے تمام مدارس کے محسنوں، کرم فرماؤں، ہمدردوں، مخلصوں، خیرخواہوں، بہی خواہوں، ملک وملت کے پاسبانوں، کتاب وسنت کے محافظوں اور محبوں سے مخلصانہ، مشفقانہ اور مؤدبانہ گزارش اور دردمندانہ اپیل ہے کہ اپنے تمام مصارف ومداتِ بذل وانفاق اور مستحقین زکوۃ وصدقات کی فہرست میں دین کے ان قلعوں کو سرفہرست جگہ دیں، اپنے وجود، اپنے دین و ایمان اور دنیا وآخرت میں عزوشان کی بقاء وحفاظت اور سرخروئی کے لئے ان مدارس کو ہرگز ہرگز فراموش نہ کریں اور ان کا کل کے مقابلے میں آج جبکہ آپ بھکمری مٹانے اور مختلف میدانوں میں اپنے تن من دھن سے لگے ہوئے ہیں، مدارس کا زیادہ سے زیادہ اور بھرپور تعاون کریں۔یہی وقت امتحان ہے آپ کے ایثار کا، قربانی کا اور غیرت ایمانی کا۔اللہ جل شانہ آپ کا اور آپ کے آل و اولاد، کاروبار کا، صنعت وحرفت اور تجارت ومعیشت کا حافظ وناصر ہو، مال ومنال میں دن دونی رات چوگنی برکت عطا فرمائے اور ہر طرح کے شر وفساد اور امراض و اعراض خصوصا کورونا وائرس جیسی وباء اور اس سے پیدا شدہ تمام مسائل ومشاکل اور وبال وجنجال سے بچائے اور جو کچھ بظاہر خسارہ ونقصان ہوا ہے، اس کی بھرپائی اور تلافی کی صورت اپنے خزانۂ غیب سے فرمادے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حسن اخلاق: انسانیت کی معراج

خورشید عالم مدنی، پھلواری شریف، پٹنہ
9934671798

اخلاق حسنہ کا اسلام سے گہرا تعلق ہے، یہ دین کا لازمی جزء ہے، شریعت کا بلند ومضبوط اصول ہے۔ اس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی، یہ ایک کامل انسان کا سب سے قیمتی جوہر ہے، انسان کے عروج وزوال اور اس کی قسمت کے بناؤ وبگاڑ میں اس کا اہم رول ہے۔ یہ وہ نسخہ ہے جس کے ذریعے انسان دوست تو دوست دشمن کو بھی اپنا گرویدہ بنالیتا ہے، یہ وہ ہتھیار ہے جس کے ذریعے انسان لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہے۔ کل جب تک مسلمان اخلاقی اوصاف سچائی، وفاداری، امانت داری، رحم دلی، عدل وانصاف، ایثار وفیاضی سے متصف تھے تو وہ دنیا پر غالب تھے، دنیا والوں نے انہیں اپنی آنکھوں پر بٹھایا اور پلکوں پر سجایا، اور آج جب مسلمانوں میں اخلاقی بگاڑ پیدا ہوگیا تو دنیا ان پر غالب آگئی، اسلام کا بڑھتا قافلہ رک گیا، اور مسلمانوں کے متعلق اغیار کے تاثرات بگڑ گئے۔ آج مسلمان جس بے بسی میں مبتلا ہیں، خائف ومایوس ہیں، مستقبل کے خطرات سے پریشان ہیں، شام زندگی کو صبح زندگی میں بدلنے کے لئے بے قرار ہیں۔ حالات کو نارمل بنانے میں کوشاں ہیں، اس کا مناسب حل یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کی رفتار بدلیں اپنے عادات واطوار کو مزین کریں اور پاکیزہ اخلاق وستودہ صفات کے پیکر بنیں، ہم جہاں اور جس ماحول میں رہیں اس فضا کو اخلاق کریمانہ کی خوشبو سے معطر کریں، اپنی آنکھوں میں اخلاق کی چمک پیدا کریں، سب سے محبت، سب کا ساتھ اور سب کی خوشی وغم میں شریک ہونا اپنا وطیرہ بنائیں۔ کمزوروں، ناداروں اور ضعیفوں کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں انسانیت سے محبت کا چراغ اپنے سینے میں جلائیں تاکہ دنیا والے محبت واحترام کی نگاہ سے ہمیں دیکھیں اور اس ملک میں ہمارے وجود کو اپنے لئے باعث فخر وناز سمجھیں۔ ان کے دلوں سے یہ تصور ختم ہوجائے کہ مسلمانوں کا دل سخت ہے، ان کا مزاج سرمایہ دارانہ ہے یہ کمزوروں سے کوئی مطلب نہیں رکھتے اور انسانیت کی جو بھی خدمت ہورہی ہے وہ عیسائی کررہے ہیں۔

کردار سے بنایئے معیار زندگی
ماحول سے حیات کا سودا نہ کیجئے

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اخلاق کی بلند چوٹی پر فائز تھے اور یہ گواہی عرش بریں کے مالک دے رہے ہیں، وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (النون) آپ کی صداقت وامانت کے چرچے عام تھے، آپ کے دشمن بھی اپنی امانتیں آپ کے حوالے کرتے تھے، پورے عرب کو اس بات پر ناز تھا کہ ہم میں اگر کوئی صادق وامین ہے تو یہ محمد بن عبداللہ ہیں۔ آپ کے اخلاق وکردار پر یہ ابوجہل، ابولہب اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (حالت کفر) میں انگلی نہیں اٹھاسکے، جس نے دیکھا وہ پکار اٹھا، یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں، علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ایسا نبی جس نے کبھی کسی کو گالی نہ دی۔ کبھی جھوٹ نہ بولا۔ کسی کا دل نہ دکھایا، کبھی بزدلی نہ دکھائی، کسی سے انتقام نہ لیا، کسی پر بددعا نہیں کیا۔ سرداران طائف کے اوباشوں کے ذریعے جسم مبارک زخموں سے چور، لہولہان ہے، سخت آزمائش میں گھرے ہوئے ہیں لیکن آپ کی پاکیزہ زبان اللہ تعالیٰ سے ان کی ہدایت کی، ان کی مغفرت کی دعائیں مانگ رہی ہیں اور یہ عذر بھی پیش کررہی ہے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔

آپ نے اپنے بدترین دشمن اسیران بدر کے ساتھ اخلاق کا مظاہرہ کیا۔ آپ کے حسن اخلاق سے متاثر ہوکر حاکم یمامہ، ثمامہ بن آثال مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ سبھوں کو آپ نے کھلے دل سے معاف کردیا۔ یہودی جادوگر کو معاف کیا، یہودیہ عورت جس نے کھانے میں زہر ملادیا تھا اسے بھی معاف کیا۔ سو اونٹ کی لالچ میں پیچھا کرنے والے سراقہ کو معاف کیا، فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کیا۔

اسی نبی محترم ﷺ کے قلب اطہر پر جو قرآن نازل ہوا اس کے پارے حسن اخلاق کی موتیوں سے چمک رہے ہیں، وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:۸۳) اور لوگوں سے اچھی باتیں کہنا۔ قرآن کریم کی ایک آیت میں اخلاق کا سمندر موجیں ماررہا ہے۔ جس کے متعلق عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آرڈیننس جاری کیا تھا کہ ہر خطیب جمعہ کے خطبے میں اس آیت کریمہ کو پڑھیں وہ آیت تھی: اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِٔ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (النحل:۹۰) ''اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکات اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے۔

ہم بڑے مجرم ہیں کہ ان قرآنی اخلاق کو اور ان پوشیدہ موتیوں کو دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا اسے مسلمانوں کی کتاب سمجھتی ہے۔ اور اس کتاب سے متعلق وہ غلط اندیشے میں مبتلا ہے۔ اس لئے وہ مختلف انداز سے اس کی توہین کرتی ہے جیسا کہ گذشتہ مہینہ ناروے میں یہودی ملعون نے اسے نذر آتش کرنے کی کوشش کی، لیکن ایک باغیرت، پیکر ایمان جس کی جرأت وشجاعت کو سلام ''عمر الیاس'' شیر کی طرح جھپٹا اور قرآن کو بچانے اور دشمن قرآن کو اس کی اوقات بتانے کی کوشش کی اور اپنے عمل سے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ اللہ کے بندے اس کتاب

نور وضیاء کی اہانت برداشت نہیں کر سکتے اور اس کی عظمت وتقدس وحرمت کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر سکتے ہیں۔ یاد رکھیں اگر آپ کے اخلاق، معاملات اور کردار دلکش ودلربا ہوں گے تو غیر مسلم بھی آپ کی حفاظت کے لئے آگے آئیں گے، سیر وتاریخ میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔

یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں جو مشرکین مکہ کے مظالم سے تنگ آکر مکہ سے نکل گئے، ایسی جگہ کی تلاش میں جہاں اطمینان وسکون سے اللہ کی عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت کا موقع ملے، راستے میں غیر مسلم کے سردار ابن الدغنۃ سے ملاقات ہوئی، کہا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا کیا کروں؟ تنگ آچکا ہوں، مجھے اطمینان کی جگہ چاہیے، اس نے کہا'' مثلك لا يخرج ولا يخرج '' آپ جیسے مہان وعظیم انسان مکہ چھوڑ کر نہیں جا سکتے اور نہ ایسے کریمانہ صفات کے حامل شخص کو مکہ سے جانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے، میرے ساتھ واپس چلیں پھر انہوں نے دیگر سرداروں کو جمع کیا، آپ کی خوبیاں گنائیں اور حالات کو سازگار بنانے کی کوشش کی۔

تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کر کے اسے تاراج کر دیا، مسلمانوں کے خون بہائے، چنگیزیت کا دل کھول کر مظاہرہ کیا، مظالم کے خونچکاں داستان رقم کر دی اپنے ساتھ بہت سارے مردوں اور عورتوں کو قیدی بنا کر لے گئے۔ لیکن ان مردوں نے ان ظالموں کے ساتھ جس اخلاق عظیم کا مظاہرہ کیا اور عورتوں نے جس انداز میں مردوں کی ذہن سازی کی، ان کے ذہن ودماغ میں اسلام کی حقانیت کو اتارا اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ دھیرے دھیرے عداوت کی آگ ٹھنڈی ہوئی۔ ان کے قدم اسلام کی طرف بڑھے اور دل نور ایمان سے معمور ہو گیا۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے
(اقبال)

اس کرہ ارضی کے بہت سارے ممالک میں انڈونیشیا، ملیشیا، افریقہ وغیرہ میں مسلم تجار گئے اور وہاں اپنی امانت، اخلاق، حسن تعامل کی ایسی گہری چھاپ چھوڑی کہ وہاں کے باشندے اسلام سے قریب آگئے اور وہ ممالک اسلامی ملکوں میں تبدیل ہو گئے۔ کیا تاریخ کے یہ محیر العقول واقعات ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں ہیں!

افسوس جس امت کے نبی کی بعثت ہی تکمیل اخلاق کے لئے ہوئی تھی، اور جس دین نے تمام ادیان ومذاہب سے پہلے اخلاقی زندگی گذارنے کی تلقین کی، انسانوں کے علاوہ جانوروں تک کے حقوق متعین کئے بلکہ ان حقوق کو نافذ کیا۔ زندگی کے تمام شعبوں میں اخلاقی ضابطے متعین کئے، اور ہر قسم کی دہشت گردی، حقوق تلفی، قساوت قلبی اور فساد فی الارض سے منع کیا۔

آج اس دین کے ماننے والوں اور اس نبی رحمت سے اظہار محبت وعقیدت کرنے والوں کے اخلاق بگڑ چکے ہیں، ان کے عقیدے میں شرک، ان کی عبادت میں بدعت اور ان کے معاملات میں حرام خوری داخل ہو چکی ہے، رشتوں کا تقدس پامال ہو رہا ہے، پڑوسیوں سے تعلقات بگڑ رہے ہیں، سماج کے بڑے، بوڑھے کا احترام ختم ہو رہا ہے، عریانیت وبے حیائی ہمارے گھروں میں داخل ہو چکی ہے۔ سماج کے کمزور، مجبور ومعذور اور اپاہج کے تعاون کا جذبہ مفقود ہو رہا ہے۔ غیروں کے رسوم ورواج اور مغربی تہذیب واخلاق کے ہم دلدادہ بنتے جا رہے ہیں۔ اپنے بچوں کو قرآن پڑھانا اور اسے حافظ قرآن بنانا ہمیں گوارہ نہیں۔ پھر کیسے ہم رحمت الٰہی کے سزاوار ہو سکتے ہیں اور اس تکثیری معاشرے میں عزت واحترام وقار واعتبار حاصل کر سکتے ہیں، سکون وقرار کی وہ دولت مل سکتی ہے جس کی تلاش میں ہم سرگرداں وپریشان ہیں۔

ہمیں اس حقیقت کو فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہم اس صاحب خلق عظیم نبی کے ماننے والے ہیں کہ ایسی جامع صفات شخصیت چشم فلک نے نہیں دیکھا اور نہ دیکھ سکتی ہے۔ آپ کی ذات گرامی الفت ومحبت، تواضع وخاکساری امانت ودیانت، عفو ودرگذر، صبر وتحمل جیسی اعلیٰ صفات اور بلند ترین اخلاق سے مزین وآراستہ تھی۔ جسے خود خالق کائنات نے ''رحمۃ للعالمین'' کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ جس کی وسعت رحمت کا یہ عالم تھا کہ چیونٹیوں کا ایک گھروندا جلا ہوا دیکھ کر فرمایا ''انہ لا ینبغی ان یعذب بالنار الا رب النار'' (ابوداؤد) اللہ کے علاوہ کسی کو لائق نہیں کہ وہ کسی کو آگ کے ساتھ عذاب دے۔

اور جس نے ذبح کئے جانے والے جانوروں سے متعلق یہ ہدایت کی کہ وہ چھری جانور کی نگاہوں سے دور اور اچھی طرح تیز کر لے اور اس لئے کہ جب وہ سامنے چھری تیز کرتے دیکھے گا تو اسے تکلیف ہوگی اور تیز اس لئے کر لیں تا کہ وہ جلد ذبح ہو جائے اور اسے کاٹنے کی تکلیف دیر تک نہ ہو۔ جس نے اس جانور پر بھی رحم کرنے کی تاکید فرمائی جو ماکول اللحم نہیں ہے فرمایا ایک عورت کو جہنم کا عذاب دیا گیا، اس نے بلی کو باندھ رکھی تھی، اسے کھلاتی پلاتی نہیں تھی اور نہ اسے آزاد کرتی تا کہ وہ زمین سے کچھ کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی (متفق علیہ) اور ایک مسافر کو اور بنی اسرائیل کی ایک طوائف کو اللہ نے معاف کر دیا اس لئے کہ ان دونوں نے پیاسے کتے کی پیاس بجھا دی (بخاری ومسلم) آج اخلاقی روح مسلم معاشرہ سے ختم ہو چکی ہے۔ ہمارا کردار گرتا جا رہا ہے، اخلاق ناپسندیدہ وگھناؤنے ہو رہے ہیں جب تک ہم اپنے اخلاق، اعمال، افعال وکردار کو پاکیزہ نہیں بنائیں گے اس وقت تک ہم مایوس ونامراد پھرتے رہیں گے۔ اور دوسرے لوگوں کے اسلام کی طرف بڑھتے قدم رک جائیں گے۔ یہ ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔

ہر شخص جل رہا ہے عداوت کی آگ میں
اس آگ کو بجھا دے وہ پانی تلاش کر

☆☆☆

بڑائی تو اُسی کو زیبا ہے

اصغر علی امام مہدی سلفی

آسمانوں اور زمین میں بڑائی اور کبریائی صرف اسی اللہ واحد کو سزاوار ہے جو زبردست غالب اور حکیم ہے، حکمت وبصیرت والا ہے اور عزیز وغالب بھی ہے اور حکیم و بصیر بھی۔ اس سب کے باوجود اس دنیا میں پایا جانے والا ہر دو گروہ خواہ ظالم ہو یا مظلوم طاقت وقوت اور بڑائی وکبریائی کے حوالے سے نہایت غلطی پر ہیں اور غلطی پر غلطی کئے جا رہے ہیں، دھوکے میں ہیں اور دھوکے پر دھوکہ کھائے جا رہے ہیں۔ اپنے نفس کو اور دوسروں کو دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ایک دوسرے کے مقابلے میں ان کی آنکھیں خود سے کھل جائیں قبل اس کے کہ کوئی ایسا موڑ آجائے جس میں سارا بھرم ہی کھل جائے بلکہ کئے پر پچھتانے کا وقت بھی نہ رہ جائے اور جو بھی مہلت اور چانس ملا ہے وہ سراپا حسرت ویاس، عذاب وعقاب اور دردناک وہولناک منظر پیش کرنے لگے اور وہ اس کے اول وآخر ایندھن اور شکار ہو کر رہ جائیں تو پھر نہ کوئی پرسان حال ہو اور نہ ہی مہلت کار ملے۔ بس عذاب ہی عذاب ہو۔

مجھے نہیں سمجھ میں آتا، گرچہ رہنمائی کے لئے بہت سے اسباب اور ادلہ موجود ہیں کہ ان دونوں میں سے سب سے زیادہ دھوکے میں کون ہے اور ان دونوں گروہوں میں سے لائق صد افسوس کون سا گروپ اور گروہ ہے؟ آیا وہ گروہ ہے جو اپنی وقتی طاقت اور عارضی سطوت کے نشے میں چور ہو کر اپنے آپ کو طاقتور سمجھتا ہے اور اپنے ابناء جنس پر ظلم کے پہاڑ ڈھانا اور ان کے ساتھ غلاموں کا سا برتاؤ کرنا اپنا حق سمجھتا ہے۔ یا وہ گروہ ہے جو اپنی مجبوری، مقہوری، اور کمزوری اور خاص طور پر اللہ غالب و قاہر اور جبار وستار پر ایمان کمزور ہونے کی وجہ سے اور اس کے اسماء حسنی، صفات علیا اور قدرت کاملہ پر ایمان کمزور ہونے کی وجہ سے اس کو بھلا بیٹھتا ہے۔ مظلومیت اور بدترین زندگی جینے پر راضی وقانع ہو جاتا ہے اور اس طرح سے ہر حال میں مظلوم کا طرفدار اور ظالم کو ظلم سے روک کر اس کا مددگار ہونے کے بجائے خود ظلم کا پرستار ہونے لگتا ہے۔

ظالموں کا گروپ جس نے دنیا میں اپنے کو بڑا بنا رکھا ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کا مالک ومختار کیسا ہے؟ اس کے وہم وگمان میں بھی یہ نہیں آیا ہوگا۔ مگر وہ زمین کے ایک ادنیٰ ٹکڑے کا عارضی طور پر اور بیساکھی کے سہارے مالک بن بیٹھنے کا دعویدار ہے۔ مقدر کا سکندر تو نہیں مگر اسے غرہ اور زعم ہے اور دعویٰ ہے کہ وہی سفید و سیاہ کا مالک ہے۔ حق کو ناحق کر دینے کا گر بھی اسے آتا ہے اور کر بھی لیتا ہے۔ کوئی محتسب و پرشش کرنے والا بھی نہیں ہے اور جو احتساب و جزاء اور سزا کے ادارے بنا رکھے ہیں وہ بھی ''محتسب گر مئے خورد معذور دارد مست را'' کے مصداق اور معاون و مددگار ہیں اس ظلم عظیم اور عصبیت بغیض پر۔ یعنی ظلمات بعضها فوق بعض کا سماں ہے۔ ظلم پر ظلم کرتے کراتے چلے جانے کا لامتناہی سلسلہ ہے جو تھمتا کیا ایک دوسرے کا جنم داتا بنتا چلا جا رہا ہے۔ ہر ظلم اور ہر ناانصافی، ہر عصبیت، ہر آفت، ہر سانحہ بہت سی مصیبتوں اور مظالم کا پیش خیمہ نہیں لازمی نتیجہ بنتا چلا جا رہا ہے۔ ایک ظلم کرنے کے بعد ظالم کچھ جشن وغیرہ منا لیتا ہے، اس کا سینہ جو حسد، عصبیت، حیوانیت اور بہیمیت سے دھ دھک رہا ہے وہ بڑا ظلم کر کے تھوڑا ٹھنڈا اور آسودہ لگتا ہے۔ پھر کچھ نئے جال بننے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے۔ پھر اسے نئے جال بچھانے میں بھی وقت لگتا ہے۔ دانے ڈالنے اور چڑیا کے چگنے تک مہلت مظلوم کی خوش بختی ہوتی ہے اور ہمت، موقع، امنگ اور حاجت براری کی خواہش اور فرصت ہوتی ہے کہ وہ اتنی دیر اس چانس کو غنیمت جان لے اور خوش ہو لے۔ یہ اور بات ہے کہ دوبارہ پھنسنے کے بعد اسے پتہ چلتا ہے کہ وہ نئی صیدگاہ اور وہ آب ودانہ نہ تھا بلکہ موت اور غلامی کا پروانہ تھا۔ بہر حال مظلوم و مجبور اور مضطر کے لئے یہ رسم صیاد اور اس کی تیاری وعیاری عارضی خوشی کا سامان ہوتا ہے جس میں وہ بدھو تھوڑا اچھل بھی لیتا ہے، اپنی آزادی کا تصور باندھ لیتا ہے اور نہایت حساس ہونے کے باوجود پیٹ بھرنے اور یہ زندگی جینے کی رمق باقی رکھنے کے لئے لاکھ حساس چوکنا اور محتاط ہونے کے باجود آسانی سے اس دھوکے کی ٹٹی کا شکار ہو کر گرفتار رنج وبلا اور مجبور ولاچار بدستِ صیاد ہو کر انتہائی تنگ وتاریک عذاب خانوں میں ڈال دیا جاتا ہے بلکہ بسا اوقات وہ شکاری کے لئے بے وزن ہونے کے باوجود ناقابل برداشت ہوتا ہے تو ایسی صورت میں وہ اسے اپنی خواہشات، شہوات اور جسم وجان کے سنگھاسن پر قربان وبلیدان چڑھا دیتا ہے۔ اس وقت مظلوم شکار آہ وزاری کرنے کی بھی پوزیشن میں نہیں ہوتا۔ ہاں وہ البتہ یہ ضرور افسوس کرتا اور آہ بھرتا ہے کہ اے کاش! اس کسمپرسی، لاچاری، مجبوری، مقہوری اور انتہائی مظلومی اور ذلت خواری سے پہلے جو تھوڑی سی مہلت، فرصت اور طاقت تھی اسے کام میں لایا ہوتا تو اس سب سے بڑے عذاب وعقاب اور غم وحزن

میں مبتلا نہ ہوتا اور خسر الدنیا والآخرۃ کا سماں نہ بندھتا۔ کیونکہ ہم نے نہ ہمت کی، نہ حکمت دکھائی، حالات کے رحم وکرم پر اپنے آپ کو رکھ کر چھوڑ دیا اور موہوم سی امید وبیم میں جینا اور حالات کا انتظار کرنا مناسب سمجھا۔ اے کاش! کہ ایسا کوئی روگ نہ پالا ہوتا ۔لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوگی۔ گویا مظلوم یا تو بیجا امید وبیم اور جان بخشی کے لالچ میں مارا جاتا ہے یا حالات سے سبق نہ سیکھ کر اور نہ سنبھل کر دھیرے دھیرے خود ہی اتنا کمزور، بے وقعت اور بے بس ہو جاتا ہے کہ شکاری جیسے چاہتا ہے جدھر سے چاہتا ہے جھپٹ لے جاتا ہے۔ اب یہ آپ غور کریں کہ ان دونوں میں سے کون سا وقت مظلوم قوم وملت اور ملک کے لئے زیادہ باعث عار وتبار، لائق لعن طعن اور موجب ہلاکت وذلت ومسکنت ہے۔ مآل کار میں اور انجام ونتیجہ کے اعتبار سے دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں جس کا بے رحمی وبے دردی سے ڈوبنا متعین ومعلوم ہے۔ **یالیت قومی یعلمون۔**

دراصل میں پہلے گروہ کی بڑائی اور کبریائی اور کبر آرائی اور اس کے انجام بد کو بتانے بیٹھا تھا مگر دوسرے گروہ کی طرف روئے سخن مڑ گیا اور خبر نہ ہوئی۔ دراصل جہاں ظالم ومظلوم کے درمیان خط امتیاز کھینچنا بے حد مشکل ہو وہاں آپ ظالم کو مظلوم سے الگ رکھ کر کیسے بات کر سکتے ہیں؟ مظلوم کے بغیر ظالم کا تذکرہ کیوں کر ممکن ہے۔ ہمارے آقا نے تو دونوں کی بات کی تھی اور دونوں کو مظلوم کے درجے میں رکھا تھا ''**انصر أخاک ظالما کان او مظلوما**'' اور دونوں ظالم بھی ہوتے ہیں اور مظلوم بھی۔ حدیث پر ذرا غور کرو، اس لئے یہاں موضوع سے ذرہ برابر ہٹنے کا معاملہ ہی نہیں ہے اور تداخل مضامین کا موقع ہرگز نہیں ہے۔ دراصل ظالم کا موضوع ومتن ہی مظلوم ہوتا ہے جو لازم وملزوم، علت ومعلول، فاعل ومفعول، جزء وکل کے جتنی منطقی جزئیات وکلیات اور عوارضات وموضوعات ہوتے ہیں وہ بلاوجہ نہیں ہوتے۔ وہ تو یہاں تک کہتے ہیں اور بجا کہتے ہیں کہ جزء الذی لایتجزی باطل ہے۔ پھر ان بدیہیات اور معقولات ومنقولات میں کلام ہی کیا ہے۔

اس لئے ظالم کو ہرگز ہرگز تکبر اور برتری کا نشہ روا نہیں ہے، انجام کے اعتبار سے وہ بڑا مظلوم اور کمزور ہے۔ دنیا وآخرت اور انجام ومآل کے اعتبار سے بے حد خطرناک موڑ پر ہے۔ سارے دھرم اور مذاہب کے علاوہ انسانی فطرت حتی کہ جانوروں کی طبیعت بھی اس کو مان کر چلتی ہے۔ جہاں جنگل راج ہوتا ہے وہاں بھی مظلوم کی فریادرسی ہوتی ہے اور قوی ضعیف کا حق مانتا ہے۔ وہ جانور اگر حیوان، درندہ اور وحشی وجنگلی نہ ہوتا تو وہ خطرناک شیر سب جانوروں کا حق ماننے کے ساتھ اپنا حق بھی برابر ہی رکھتا مگر تھوڑا زیادہ رکھتا ہے۔ یہ تو متمدن دنیا میں شرف انسانیت، کرامت آدمیت اور ہیومن رائٹس کے علمبرداروں اور اس پر بلیو اور یقین کرنے والوں اور مانوتا کو اونچا مقام دینے والوں کو آزادی ہے کہ اپنے جیسے ہی اپنے ابناء جنس، برادران وطن اور عالمی برادری کو بھی اپنی ہولناکی اور عصبیت اور دنیاداری میں جانوروں کے برابر کچھ حق وحقوق نہیں، وہ اسے لائق برداشت نہیں سمجھتے۔ آہ! یہ مہذب سماج، متمدن دنیا اور ایجوکیٹیڈ وترقی پذیر اور ترقی یافتہ دنیا کیا اتنی جلد ماقبل التاریخ وحشیوں اور درندوں کے دور میں چلی جائے گی۔ دراصل یہ دین ودھرم سے دوری ہے اور نئی تہذیب وترقی کی کارستانی ہے۔ لیکن یہ بھی قطعی طور پر کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کیونکہ اکثر مظالم تو دین کے نام پر اور آڑ میں ہی روا رکھے جا رہے ہیں، اس لئے اب دین بھی بسا اوقات دین نہیں رہا جنون اور افیون ہے، اس سے تائب ہو کر کم از کم اصل اصول دین کی طرف نہیں آتے تو آدمیت کی طرف ضرور پلٹ آنا چاہئے ورنہ سب کو رنج پہنچا کر خوش نہیں رہ سکتے۔ سب کو مار کر جینے کا خواب بڑا بھیانک ہوگا اور تم اسے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتے۔

حضرت انسان! تم انسان ہو، خدارا ابھی سے سنبھل جاؤ، قوموں کے واقعات وحالات پر نظر رکھو، غالبوں اور مغلوبوں کی کہانی تم دہراؤ، اس سے سبق حاصل کرو۔ یہ چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات میں تم کیا کر رہے ہو، مستقبل روشن رہے اس کی فکر کرو۔ بیکار کے بھاونائیں، سمسیائیں اور اندیشے مت ایجاد کرو، نہ پھیلاؤ۔ اقوام عالم میں بہت سی اقوام آئیں، قوت وطاقت میں تم اس کے مقابلے کچھ نہیں ہو۔ ہوشیاری وعیاری میں ان کی مثال نہیں مل سکتی۔ سیادت وقیادت میں ان کا کوئی ہم سر نہ تھا۔ مشرق ومغرب، اندر وباہر کے جتنے خطرات تھے ان سے بالکل مامون ومطمئن تھے پھر بھی ان کا حال کیا ہوا۔ کہاں گئی وہ قوم اور کہاں گئے اس کے لاؤ لشکر اور جنود وافواج اور وزراء واعوان حتی کہ ان کی قبروں اور کھنڈروں کے نام ونشان بھی نہیں ملتے۔ وقت فرصت ملا ہے اللہ کی زمین پر تو اس کے بندوں اور مخلوق کے لئے کچھ کر جاؤ۔ ورنہ یونہی مر جاؤ۔ ہم اسے بھی اچھی موت نہیں مانتے۔ دیکھو! کورونا کی مصیبت دیکھو۔ سیلاب کی دہشت دیکھو۔ دنیا کے اتار چڑھاؤ اور بھید بھاؤ کو دیکھو، یہ تعلیمات وانقلابات ہمیں کچھ اور ہی دعوت دیتے ہیں۔ ہم اب بھی نہیں سنبھلے تو کیا ہوگا۔ ہاتھ میں طاقت ہے تو اہم یہ نہیں کہ کتنوں کو گرایا اور ڈھایا بلکہ کتنوں کو اٹھایا اور کتنوں کو سنبھالا اور تم بجا طور پر کہہ سکو اور تمہاری آنے والی نسل نو سے کہہ سکیں:

ہم نے جب ہوش سنبھالا تو سنبھالا سب کو
تم بھی جب ہوش میں آؤ تو سنبھالو سب کو

سنبھالنا سیکھو۔اٹھا پٹک، اکھاڑ پچھاڑ کرتے رہنے والا کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتا۔اس موذی ومزمن اور دائمی روگ میں پڑا پڑا مر جاتا ہے۔تم دیکھو ایک کورونا بیماری آئی اور اپنے ساتھ دسیوں بیماریوں کو جنم دیتی چلی گئی۔ ہر مرض میں اضافہ اور دوا وعلاج حتی کہ اطباء سے معاملہ وملاقات بھی دشوار ہوتا گیا۔معاشی، سماجی، سیاسی، اخلاقی، معاملات کی بھرمار لگ گئی پھر اس کے بطن ناہنجار سے ہم نے کتنے مسائل پیدا کرنے کی کوشش کی کہ ہر طبقہ کراہ رہا ہے، شوشے چھوڑ رہا ہے اور جانے یا انجانے میں نیک نیتی و بددیانتی و بدنیتی سے یہ سب مظالم اندرونی و بیرونی سطح پر ڈھا رہے ہیں۔آہ ہم کتنے مجبور ہیں اور ہماری کبریائی و بڑائی کے کیا معنی؟ دراصل کبریائی و بڑائی اسی ذات کو لائق وزیبا ہے جس نے یہ سنسار اور آسمانوں اور زمینوں کو بنایا۔وَلَـهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَالْعَزِيْزُ الْحَكِيْم اور بس۔

رہ گئے مظلوم تو ان کا معاملہ اور خراب ہے۔ان سے زیادہ ظالم اور گنہگار کوئی اور نہیں ہے۔سب سے بڑا ظلم ان کا ہی ہے، انہوں نے جس کی کبریائی اور بڑائی کا دم بھرتے رہنا اسی کی عظمت و کبریائی پر ایمان چھوڑ دیا۔انہوں نے جانا ہی نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی ساری خدائی، بڑائی، تصرف و قبضہ اور ملکیت ومختاریت صرف اور صرف اسی کی ہے۔اب اس کو چھوڑ کر ان کو کیسے بڑا مان لیا جو انہی کی طرح انسان ہیں بلکہ ان کی طرح حضرت انسان بھی نہیں بلکہ حیوان ہیں پھر بھی ان کے ظلم وستم کے ہر حربے کو آزمانے دیا اور دن بدن اس زبردست طاقتور، غالب، حکیم اور مولی وآقا سے دور ہوتے چلے گئے پھر دھیرے دھیرے آدمیت اور انسانیت کا جوہر بھی جاتا رہا پھر فطرت سے ہاتھ دھو بیٹھے، پھر حیوانوں سے بدتر ہوتے گئے، پھر حشرات الارض بلکہ پامال کی ہوئی مٹی سے بھی زیادہ حقیر وذلیل ہو کر رہ گئے۔پھر کس ایمان کا، کس انسانیت وفطرت کا، کس اخلاق ودین کا اور کس حق وحقوق کے بدلہ کی امید رکھتے ہو؟ بھائیو! جس قدر پستی اور ذلت کی طرف رواں دواں ہو اس کے ذمہ دار تم خود ہو۔اللہ ایسے لوگوں کی ہرگز ہرگز مدد نہیں کرتا بلکہ ان کو ذلت کے لئے چھوڑ دیتا ہے، ان کو تو اور زیادہ ذلیل و پامال کرتا ہے جو لالچ میں یا دنیاداری میں اللہ کو چھوڑ کر لوگوں سے یاری میں یا مکاری میں یا نفس و مال کے دھوکے میں یا اپنے وقتی بچاؤ میں غیروں پر بھروسہ کرلیتے ہیں یا بچاؤ یا مہلت کی راہ ڈھونڈھ لیتے ہیں ۔ وہ تو کبھی معاف کئے نہیں جاسکتے۔پھر ان کو کون بتائے کہ مجرم تو آپ خود ہیں جو اپنے لئے کچھ نہیں کر رہے ہیں لیکن دوسروں کے بھی مجرم ہیں، کیونکہ دوسروں کو بھی راہ راست پر لانے کی ذمہ داری آپ کی تھی، ان کو سنبھالنے کی ذمہ داری اور ان کو ثابت قدم رکھنے کی ذمہ داری اور ان کو اللہ پر یقین رکھوانے کی ذمہ داری آپ کی تھی جس کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، وہی قادر مطلق ہے وہی اپنے بندوں کو پناہ دینے والا، وہی عزت دینے والا ہے۔ وہ تو آپ کا ہی نہیں بلکہ وہ تو پناہ عاصیاں ہے۔پھر آپ اس رکن شدید وقوی کو چھوڑ کر کن تنکوں کے سہارے چلے جارہے ہو اور اپنی عقلمندی اور ہوشیاری دکھا رہے ہو بلکہ ان ظالموں کے بھی مجرم بن رہے ہو۔وہ بھی شاید کل اپنے جرم کا عذر پیش کرنے لگ جائیں مگر سارا جرم آپ کے سر دھر دیا جائے گا۔قوی اندیشہ ہی نہیں بلکہ عین انصاف و عقل کا تقاضا ہے۔آپ کے اسلاف نے پوری انسانی ہمدردی، محبت، اخلاص، دلداری سے وقت کے ظالموں کی بہی خواہی وخیر خواہی کرنے کا فریضہ انجام دیا۔ان کی اصلاح کے لئے رات کے اندھیرے میں دعائیں کیں، تنہائی میں قلب وجگر نکال کر ظالموں کے سامنے رکھ دیا کہ ظلم سے باز آؤ اور دنیا وآخرت کی بھلائی پاؤ۔خود امام کائنات نے ابوجہل وعمر جیسے وقت کے طاقتور اور ظالموں میں سے کسی ایک کے دست و بازو بننے کی دعا کی۔کہاں چھوٹے ہوگئے ؟ طاقتور ظالموں کے حق میں رو رو کر دعائیں کیں۔ ہر ظالم وباغی اور سرکش کو سمجھایا بجھایا اور ایک ماہر وہمدرد معالج سے ہزار گنا بڑھ کر علاج کیا۔کیا ان سے بھی زیادہ ہم اللہ قادر مطلق ومختار پر یقین کرنے والے، ڈرنے والے، عبادت کرنے والے، آس لگانے والے ہوسکتے ہیں؟ اپنی، اپنے ایمان کی، اپنی قوم اور ملک وملت اور انسانیت کی بقاء کے لئے ہم کیا کر رہے ہیں۔آہ دین وایمان اور انسانیت عامہ پر اس سے زیادہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والا شاید ہی کوئی ہوسکتا ہے۔اس لئے حالات ہمارے ہاتھ سے تیزی سے نکلتے جارہے ہیں۔اب ہم خود فیصلہ کریں کہ سب سے بڑا ظالم وباغی اصلی کون ہے؟؟؟

اپنے سب سے زیادہ مہربان، طاقتور، حکیم اور غالب آقا ومولیٰ سے از سر نو مضبوط رشتہ جوڑیں۔اپنے کلمہ گو بھائیوں کو معاف کریں، ان کو ہر حال میں گلے لگائیں، غیر کلمہ گو بھائیوں کے حقوق کو پہنچانیں اور ان کے لائق حال ان کا حق ادا کریں اور مظلوم بھائیوں کی مدد کرنا فرض کرلیں اور ظالم بھائیوں کی مدد اور تعاون بڑا فریضہ سمجھ کر کریں۔ان کو ظلم سے باز رکھیں تاکہ وہ دنیا میں ظالم کی موت مرنے اور آخرت میں ظلمات اور مصائب و مشکلات کے اندھیروں میں دردناک ٹھوکریں کھانے اور جہنم میں چاروں شانے چت ہوجانے سے بچ جائیں اور ہم مخلوق وخالق کے سامنے سرخرو ہوجائیں۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کا انساں

☆☆☆

تربیت اولاد اور والدین

عزیز الحق عمری

اس دنیا کے اندر کسی کا عمل اور کردار محدود نہیں رہتا ہے بلکہ اس کے اثرات دوسرے اشخاص پر بھی پڑتے ہیں۔ اسی لئے اسلام نے امت مسلمہ کے ہر فرد پر یہ فرض عائد کیا ہے کہ دوسروں کو اچھائیوں کا حکم دے اور برائیوں سے باز رکھے اس کے علاوہ اسلام نے ہر شخص کے عمل کے زیر اثر جو دوسروں میں اچھا یا برا عمل پیدا ہو جاتا ہے اس کا ذمہ دار اس شخص کو بھی قرار دیا ہے جو اس دوسرے شخص پر اثر انداز ہوتا ہے۔ حدیث کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو یوں بیان فرمایا ہے کہ

من دعاالی هدی کان له من الاجر مثل اجورمن تبعه لاينقص ذلك من اجورهم شيئا ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل آثام من تبعه لا ينقص ذلك من آثامهم شيئا (مسلم شریف) کہ جو شخص کسی ہدایت کی دعوت دیتا ہے اسے اس کا اجر اور اس شخص کے اجر کا مثل حاصل ہوتا ہے جس نے اس کی پیروی کیا ہے اور یہ ان کے اجر کو کم نہیں کرتی اور جو کسی ضلالت کی دعوت دیتا ہے اس پر اس کا وبال اور ان کے وبال کے برابر وبال ہوتا ہے جو اس کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے ان کے وبالوں میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

یوں تو ہر شخص اپنے اندرونی جذبات اور طبیعت کے لحاظ سے کسی سے اثر پذیر ہوتا ہے۔ لیکن ایک شخص کے اوپر عموماً جن کے اثرات سب سے زیادہ پڑتے ہیں۔ وہ ہیں والدین، دوست اور معاشرہ۔

والدین کا اثر اولاد پر:

کسی بھی شخص کی طبیعت اور ذہن پر سب سے زیادہ اثر ان کے والدین کا ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک شخص پیدا ہونے کے بعد عمل کی دنیا میں سب سے پہلے اپنے والدین سے ملتا ہے اور ان کے آغوش میں پرورش پا کر بڑا ہوتا ہے جو اس کا سب سے پہلا مکتب ہوتا ہے اور شعوری اور غیر شعوری طور پر انھیں کے اعمال وجذبات کے زیر اثر اپنے مستقبل کا راستہ متعین کرتا ہے اور اس سے شدید اثرات اس کے اوپر آخر وقت تک چھائے رہتے ہیں والدین جو ذہنیت اور راہ عمل اپنی اولاد کے لئے اپنے طرز عمل اور عقائد سے متعین کر دیتے ہیں وہ اتنے سخت ہوتے ہیں کہ ایک شخص اس کی پیروی میں سچائیوں اور کھلے واقعات کو جھٹلا دیتا ہے اور عقل ودانش کے فیصلہ کو رد کر دیتا ہے والدین کے ان اثرات کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے کہ کل مولود يولدعلى الفطرة فابواه يهودانه اوينصرانه اويمجسانه کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں یعنی اس کے والدین کا اعتقاد اور طرز عمل ان کے مستقبل کا راستہ متعین کر دیتا ہے اس حدیث کے ثبوت میں قرآن کے بہت سے واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔

قرآن کے اندر جو انبیاء کے واقعات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں اگر ان پر غور کیا جائے تو یہ چیز ہمارے سامنے آتی ہے کہ انبیاء کرام کو ان کی امتوں نے جن اسباب کی بنا پر جھٹلایا ان میں سب سے زبردست سبب آبائی اثر ہے یعنی یہ کہ انبیاء کرام ان کے سامنے جو پیغام پیش کر رہے تھے۔ وہ ان کے والدین کے اعتقاد اور طرز عمل کے خلاف تھا۔

قرآن میں جس قدر انبیاء کرام کا ذکر ملے گا ان کے ساتھ یہ بات ضرور وابستہ ہے دلیل اور اثبات مدعا کے لئے چند واقعات پیش کرتا ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بت پرست معاشرے میں آنکھیں کھولتے ہیں جن کی پوری قوم بت پرستی میں مشغول ہے آخر وہ اپنی قوم اور اپنے والد سے سوال کر بیٹھتے ہیں کہ هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ یہ ہیکل جن کے سامنے تم جھکتے ہو کیا ہیں؟ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو ان کی پوجا کرتے پایا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان بتوں کی بے حسی اور مجبوری کو ثابت کر دیا لیکن جو عقائد انھیں آبائی طور پر ملے تھے اس کی وجہ سے انہوں نے عقل ودانش کے فیصلہ کو رد کر دیا اور سچائی کے رہنما کو دہکتے ہوئے شعلے میں ڈال دیا ایسے ہی جب قوم ثمود کو حضرت صالح علیہ السلام نے وحدانیت کا پیغام سنا دیا کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس نے انھیں پیدا کیا ہے اور زمین میں آباد کیا ہے، اس لئے اسی سے استغفار کرو اور توبہ کرو تو حضرت صالح علیہ السلام کے پیغام وحدانیت کو رد کرنے کے لئے قوم ثمود نے جو عذر پیش کیا وہ محض یہ ہے کہ يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْب کہ انہوں نے کہا کہ اے صالح! اس سے پہلے تم سے ہماری امیدیں وابستہ تھیں کیا تم ہمیں اس بات سے روک رہے ہو کہ ہمارے آباواجداد جن کی عبادت کرتے رہے بیشک ہم تمہاری دعوت کے بارے میں شک وتردد میں ہیں۔

ایسے ہی حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی جب اپنی قوم کو اللہ کا حکم سنایا تو انہوں نے ان کی مخالفت اس بنیاد پر کی کہ يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا کہ اے شعیب! کیا

تیری صلاۃ تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ داداؤں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں۔

یہ واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ بھی پیش آیا۔ بلکہ قرآن بتلاتا ہے کہ دنیا میں جس قدر انبیاء کرام مبعوث ہوئے ان کی مخالفت کا باعث آبائی اثرات رہے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ "اور ایسے ہی ہم نے جس آبادی میں کوئی رسول بھیجا اس کے خوشحالوں نے کہا کہ ہم اپنے آباواجداد کو ایک راہ پر پایا ہے اور ہم انھیں کے نشان قدم پر راہیاب رہیں گے۔

ان چند واقعات سے یہ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ والدین کے اثرات کتنے دوررس اور سخت ہوتے ہیں جن کی وجہ سے ایک شخص خدا کے احکام کی مخالفت اور تردید کرکے اپنے آپ کو تباہ کرلیتا ہے۔

لیکن اگر وہ اس کے برعکس والدین خدا پرست باعمل اور دیندار ہوں تو پھر عموماً اس کے اثرات اولاد پر اسی شدت کے ساتھ پڑتے ہیں جسے الحاد اور بے دینی کا طوفان بھی متزلزل نہیں کرسکتا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو جیسے یہ حکم دیا ہے کہ وہ خدا اور رسول کی فرمانبرداری کرکے اپنے آپ کو عذاب سے بچائے ایسے ہی والدین کو اپنی اولاد اور اہل وعیال کو جہنم سے بچانے کا ذمہ دار بنایا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اے مومن خود کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اسلام نے اہل وعیال کو اپنی تربیت کی ذمہ داری والدین پر چند اسباب کی بنا پر عائد کی ہے۔ اس کا اولین سبب وہی ہے جس کا مفصل ذکر ہوا ہے کہ والدین اپنی اولاد کے کردار ساز ہوتے ہیں اور ان کے عقائد عمل کی سمت متعین کرتے ہیں اور والدین کے اثرات اولاد کے عقل وذہن پر پتھر کے نقوش کے مانند ثبت ہوتے ہیں اس لئے والدین جوان کی تربیت کا کام کرسکتے ہیں وہ کسی اور ذریعہ سے کرنا ذرا دشوار ہے۔

اس کا دوسرا سبب یہ ہے کہ والدین کو اپنی اولاد سے سب سے زیادہ محبت اور ان کے اچھے برے کی سب سے زیادہ فکر ہوتی ہے چنانچہ اس کا ثبوت خود انسان کی طبیعت پیش کرتی ہے کہ ہر شخص دنیا کے اندر یہ چاہتا ہے کہ وہ کسی سے زیادہ باکمال اور خوشحال رہے لیکن والدین کی اس کے برعکس یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد ان سے زیادہ ذہین، ہوشیار اور خوشحال رہے ایسے ہی والدین کسی تکلیف کو خود برداشت کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں لیکن یہ نہیں چاہتے کہ ان کی اولاد کو کوئی اذیت پہنچے اور اس کا تیسرا سبب یہ ہے کہ اپنی اولاد سے اپنے لئے جو توقعات والدین رکھتے ہیں وہ اور کسی سے نہیں رکھتے اس لئے جو مومن اور مسلمان ہیں اور آخرت کے ثواب وعذاب پر یقین رکھتے ہیں وہ کبھی یہ نہیں چاہیں گے کہ ان کی اولاد جہنم کا ایندھن بنے اس لئے والدین پر اسلام نے ان کی تربیت کا بار رکھا ہے نیز جیسے نیک اولاد دنیا میں والدین کے لئے آرام وراحت کا باعث ہوتی ہے اسلام کے نقطۂ نظر سے والدین کی آخرت کا ذخیرہ بھی ہوتی ہے ایک حدیث کے اندر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا ہے کہ جب انسان کا انتقال ہوجاتا ہے اور اس کے عمل کا سلسلہ نہیں رہ جاتا تو بھی تین چیزوں کی وجہ سے اس کو برابر ثواب ملتا رہتا ہے ایک صدقہ جاریہ دوسرے ایسا علم جن سے لوگ فائدہ حاصل کرتے ہوں اور تیسرے نیک اولاد جو والدین کے لئے دعا کرتی ہو اس لئے جو والدین اپنی اولاد سے اچھی توقعات رکھتے ہیں وہ انھیں سرمایہ آخرت بنانے کی ضرور کوشش کریں گے۔

یہاں پر سب سے اہم بات یہ ہے کہ والدین کے اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے کون سا راستہ ہے یعنی وہ اپنی اولاد کو دیندار اور اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار کیسے بنائیں، اگرچہ ظاہر میں یہ کام بڑا دشوار ہے لیکن اس کا نہایت آسان طریقہ ہے اس کے لئے نہ کسی واعظ کی ضرورت ہے نہ کسی کتاب کی بلکہ والدین کے باعمل وباکردار ہوجانے سے کام خود بخود ہوجائے گا۔ یعنی اگر والدین خود احکام شریعت کے پابند ہوجائیں تو اولاد خود ان کی اہمیت کو محسوس کرے گی اور اسے اپنے لئے ضروری عمل قرار دے گی اور اگر اس پر عمل نہ کرے تو کم از کم اپنی کوتاہی کو محسوس کرے گی۔ لیکن اگر والدین غلط کار اور احکام شریعت کے پابند نہ ہوں جھوٹ بولتے ہوں ناجائز اور جائز میں تمیز نہ کرتے ہوں تو اولاد کے نزدیک ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی اور نہ خود اس کی پرواہ کرے گی کیونکہ اگر ایک شخص یہ دیکھتا ہے کہ اس کے ذہن میں کوئی یہ بات نہیں ڈال سکتا کہ نماز کفر وایمان کے درمیان حد فاصل ہے اور نماز اتنا اہم فرض ہے جو اسلام کی بنیاد میں داخل ہے کیونکہ اس نماز کی پابندی نہ کرنے کے باوجود جب اس کے والدین مسلمان ہیں تو پھر وہ کیوں نہیں ہوسکتا اگر نماز اتنی ہی اہم چیز ہوتی ہے تو مسلمان ہوتے ہوئے اس کے والدین کیوں چھوڑ دیتے یہ وہ ذہنیت ہے جو اولاد میں والدین کے طرز عمل سے پیدا ہوتی ہے اس وقت اس امت کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ ہر شخص یہ شکایت کرتا ملتا ہے کہ اسلام کو لوگ چھوڑ بیٹھے ہیں لیکن اگر ہر شخص یہ شکایت چھوڑ کر عمل کے لئے تیار ہوجائے تو سارا مسئلہ حل ہوجائے۔

اولاد کی تربیت کا یہ وہ ذریعہ ہے جس سے بڑھ کر اس کی اور کوئی صورت نہیں اور یہیں سے ظاہر ہوتا ہے کہ والدین کے لئے دین پر عمل کرنا محض ان کے مفاد میں نہیں بلکہ ان کی اولاد کے مفاد میں بھی داخل ہے۔

☆☆☆

مسلمانوں کے لئے پرآشوب دور

عبدالمنان شکراوی
اہل حدیث منزل، دہلی

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

لیکن بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا یہ خیال اس وقت جب کہ ممالک اسلامیہ پوری دنیا میں محن وفتن کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہیں اپنی معنویت کھو چکا ہے۔ یہ اس وقت درست لگتا تھا جب دنیا بہت بڑی تھی اور گلوبلائز نہیں ہوئی تھی۔ دنیا کے اس کونے میں شکست خوردہ ہیں تو دوسرے کونے میں ان کی طوطی بولتی تھی۔ آج مسلمانوں کا سورج ہر جگہ غروب تو نہیں لیکن مائل بہ غروب ضرور ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں دیکھ لیجئے وہ خارجی حملوں سے کم اور داخلی سازشوں کا شکار زیادہ نظر آتے ہیں۔ اسلامی ممالک کہیں سرحدی تنازعوں میں الجھے ہوئے ہیں تو کہیں بالادستی کی جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ سعودی عرب اور قطر باہمی تنازعہ میں الجھے ہوئے ہیں۔ وہیں یمن کی جنگ میں سعودی عرب وغیرہ کا اتحاد بظاہر نہ ختم ہونے والی جنگ میں جھلس رہا ہے اور بڑی طاقتوں نے اپنے مفادات کی خاطر کسی بڑی سازش کے تحت الجھا دیا ہے۔ ایک وقت تھا جب عراق بڑی طاقت بننے کی جانب گامزن تھا لیکن امریکہ کے جال میں پھنس کر نہ صرف تباہ وبرباد ہوگیا بلکہ اپنے وجود کی لڑائی لڑ رہا ہے۔ وہاں رافضی مکروفریب نے سنیوں کو بے دست وپا کر دیا ہے اور نیست ونابود کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ ہمارے ناعاقبت اندیشوں نے عرب بہاریہ کا خواب کیا دیکھا تقریبا سارے ہی عرب ممالک شام، مصر لیبیا، تیونس وغیرہ کو بڑی طاقتوں نے باہمی جنگ وجدال کا میدان بنا دیا، قتل وخونریزی میں ایسا الجھایا کہ کروڑوں ہلاک وبرباد اور دیگر کروڑوں کسمپرسی کی زندگی گزار رہے ہیں اور بڑی عالمی طاقتوں کی تفریح کا سامان نیز کمائی کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ افغانستان جس نے پہلے کے سپر پاور سوویت یونین کے چھکڑے اڑا دئے تھے پہلے تو دشمنوں سے لوہا لینے والے گروہوں کی باہمی چپقلش کا شکار ہوا، پھر جب ایک ناقابل تسخیر اسلامی حکومت کی تجربہ گاہ بننے جا رہا تھا، امریکہ نے بڑی ڈھٹائی سے نائن الیون کا بے بنیاد الزام لگا کر پتھر کے زمانے میں پہنچا دیا۔ اور وہاں کے لوگوں کی زندگی اب تک پٹری پر نہیں لوٹی ہے۔ پورے عالم اسلام کا یہی حال ہے کہ کوئی کسی کے پیچھے پڑا ہے تو کوئی کسی کو دبانے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ بہت سے اسلامی ممالک ذاتی ومادی مفادات کے تحت دشمنان اسلام سے دوستی کی پینگیں بڑھانے میں مصروف ہیں یا ڈر وخوف کی وجہ سے ہاں میں ہاں ملاتے جا رہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ملت کے مفاد میں کسی ٹھوس پروگرام کے تحت متحد ہو کر ملت کی عظمت کی بازیابی کے لیے راستہ ہموار کرتے اور اس ذلت ورسوائی سے دامن چھڑاتے۔

گلوبلائزیشن کے بعد دنیا کی حیثیت ایک بستی کی سی ہوگئی ہے۔ مشرق سے لیکر مغرب اور شمال سے لیکر جنوب تک کی خبریں آناً فاناً پہنچ جاتی ہیں اور ہر چیز کو متاثر کر دیتی ہیں۔ اس طرح ادھر ڈوبنے اور ادھر نکلنے کا تصور ہی ایک طرح سے ختم ہوگیا ہے۔ عالم اسلام کی شکست وریخت کا ایک بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ مسلم امت کی طاقت کا بھرم ٹوٹ سا گیا ہے اور جہاں مسلمان اقلیت میں تھے وہاں ان کی مزید آزمائش کا دور شروع ہوگیا ہے۔ ہندوستان میں مسلمان بڑے امن وسکون سے تھے اب یہاں بھی انہیں دوسرے درجے کا شہری بنانے کے لیے جو کوششیں اور تجربات مدتہائے مدیدہ سے کیے جا رہے تھے نیز منصوبہ بندی ہو رہی تھی اس کو عملی جامہ پہنانے کی تیاریاں زور وشور سے چل رہی ہیں۔ سی اے اے، این آر سی اور این پی آر جیسے منصوبوں کا نفاذ اسی جانب اشارہ کر رہا ہے۔

ان ساری مشکلات ومصائب کا سبب کیا ہے؟ اس پر غور کرنے کی ضرورت قطعاً نہیں بلکہ اپنے آپ کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔ قراردادوں کے پاس کرنے اور لچھے دار تقریروں سے ماحول گرمانے نیز مقفی مسجع عبارتوں کو حوالۂ قرطاس کرنے سے اب کچھ ہونے والا نہیں ہے۔ قیادتیں اپنی اپنی ذمہ داریاں محسوس کریں، ذاتی مفادات کے حصار سے باہر نکلیں اور متحد ہو کر قوم وملت کو کوئی سمت دیں اور صراط مستقیم پر گامزن کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے انہیں ذاتی مفادات کی بڑی قربانیاں دینی پڑیں گی۔ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں اور اللہ کا نام لیکر اس جہت میں کام شروع کر دیں ورنہ ع

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

ہم اتنے بے حس اور بے فکر کیوں ہوگئے ہیں کہ ہمارے پاس مستقبل کی کوئی منصوبہ بندی ہی نہیں ہے۔ نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی حیثیت سے بھی ہماری مثال اس مرغی کی سی ہوگئی ہے کہ جب اسے ذبح کرنے کے لیے پنجرے سے نکالا جاتا ہے تو وہ کائیں کائیں کرتی ہے کیونکہ اس کی جان پر پڑی ہوتی ہے لیکن دوسری مرغیاں ایک نظر اٹھا کر دیکھتی ہیں اور پھر دانہ چگنے میں بے فکری کے ساتھ مصروف ہو جاتی ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا کہ اس کے بعد ہم میں سے ہر ایک کی باری آنے والی ہے۔ ٹھیک یہی کیفیت ہماری ہوگئی ہے۔ ہمیں فکر ہی نہیں کہ

کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا ہے۔الدنیا مزرعة الآخرة (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) کا سبق تو ہم کلی طور پر فراموش ہی کر چکے ہیں، دنیوی طور پر زندہ اقوام کے زمرے میں کیسے شامل ہوں ہم اس سے پوری طرح غافل ہیں۔

مایوسی اور بزدلی کی چادر منہ سے ہٹائیں اور کرنے کے جو کام ہیں وہ کریں۔اسلامی شعائر وتعلیمات کی پابندی، ملی وحدت، زیورِ تعلیم سے آراستگی، اخلاق وکردار کی جانب توجہ، باہمی حقوق کی ادائیگی، معاشرے کی اصلاح، بے جا اسراف وفضول خرچی سے اجتناب، برادران وطن کے سامنے اسلامی اخلاق وکردار کی عملی تصویر اور اسلام کے پیغام امن وآشتی کی تبلیغ کو اپنا شیوہ بنائیں اور خیر امت کے لقب سے ملقب ہوں لیکن افسوس کہ ہم نے ان سب کو نظر انداز کیا، ان سے لاپرواہی برتی اور اپنے منصبی فریضہ کو فراموش کر دیا جس کے نتیجہ میں ہمیں یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔

ہمارے بعض برادران وطن ہمیں ملک سے نکال باہر کرنے پر آمادہ ہیں کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ ایسا وقت ہم پر کیوں آن پڑا ہے اور ہمیں اتنا بے کار کیوں سمجھ لیا گیا ہے؟ ہمارے بارے میں ان کی یہ سوچ بے معنیٰ نہیں ہے کیونکہ ہم نے اپنے آپ کو کسی لائق بنایا ہی نہیں ہے۔ہم نے اپنی معنویت کھودی ہے۔اس صورت حال کو اسلامی تعلیمات اور اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نیز صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ" (آل عمران:۱۱۰) ترجمہ:"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے ہی برپا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔"اس آیت کریمہ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ بہترین امت ہونے کا وصف اسے اس وجہ سے ملا ہے کہ اسے لوگوں کے فائدے کے لیے بنایا گیا ہے اور اس کے دیگر اوصاف بھی انسانوں کی فلاح وصلاح پر مشتمل ہیں۔اگر یہ امت انسانوں کے لیے فائدہ مند نہ رہے گی تو بہترین امت نہیں ہوسکتی۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: خیر الناس انفعهم للناس (طبرانی) یعنی لوگوں میں سب سے اچھا شخص وہ ہے جو لوگوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہو۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب نبوت سے سرفراز ہوئے اور پہلی وحی کے بعد گھبرائے ہوئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گھر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: مجھے ڈر لگ رہا ہے تو آپ کی پاکباز اور ہمت وحوصلہ کی پیکر، معاملہ فہم بیوی گویا ہوئیں: اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، غریبوں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے راستے میں آنے والی مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔" دوسرا واقعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جب کفار مکہ نے انہیں ستایا اور مکہ میں رہنا دوبھر کر دیا تو آپ نے مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔مکہ سے نکل کر ایک یا دو دن کی مسافت طے کی تھی کہ راستے میں نامور سردار ابن الدغنہ سے ملاقات ہوگئی۔پوچھا ابوبکر کہاں جا رہے ہو؟ جواب دیا مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے، مجھے تکلیف پہنچائی ہے اور مکہ میں میرا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ابن الدغنہ نے کہا ایسا نہیں ہوسکتا۔تمہارے جیسا آدمی نہ خود نکل کر جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے کوئی زور زبردستی نکال سکتا ہے۔کیونکہ آپ غریبوں کے لئے کماتے ہیں، رشتے ناطوں کو جوڑتے ہیں، دوسروں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کے راستے میں آنے والی مصیبتوں میں مدد کرتے ہیں۔

ان نصوص سے پتہ چلتا ہے کہ آدمی معاشرے میں بوجھ بن کر نہ رہے بلکہ ضروری ہے کہ اس کی افادیت کو ہر کس وناکس محسوس کرے اور اس کے وجود کو اپنے لیے رحمت سمجھے نہ کہ زحمت۔ورنہ ادھر افادیت ختم ہوئی ادھر وہ سوسائٹی ومعاشرے کے لئے بوجھ بن گیا۔اس کی روشنی میں ہم بھی اپنا جائزہ لیں کہ ہماری افادیت قوم وملک کے لیے کچھ ہے بھی یا ہم نرے بوجھ کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔پدرم سلطان بود کہنے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ہمارے اسلاف اسلامی تعلیمات کا نمونہ بن کر عظمت ورفعت کے نشان بنے تھے اور جہد مسلسل سے ترقی کے منازل طے کئے تھے۔ہم اگر ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے تو کامیابی ضرور قدم چومے گی ورنہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ کر سپر یمیسی کا دعویٰ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔اسی کو علامہ اقبال نے کہا تھا۔

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

اس وقت ملت اسلامیہ ہند زبردست منجدھار میں پھنسی ہوئی ہے۔اپنے وجود کی لڑائی لڑتے ہوئے مظاہرے اور احتجاجات ہو رہے ہیں لیکن اپنی مشکلات ان ناگفتہ بہ حالات میں بھی بارگاہ الٰہی میں نہیں رکھی جا رہی ہیں۔مسجدوں کی ویرانی میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔فجر کی نماز میں جتنے نمازی پہلے ہوا کرتے تھے اب بھی اتنے ہی ہیں۔اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا ہے۔حقوق کی ادائیگی کی جو بے ڈھنگی چال پہلے تھی سو اب بھی باقی ہے۔اخلاق وکردار کی جو پستی پہلے تھی وہ اب بھی جاری وساری ہے یعنی وہ اپنی پہلے والی روش پر پوری طرح قائم ہیں۔ان کے اندر دینی اعتبار سے کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے۔مادی وسائل وذرائع کی اہمیت مسلم ہے لیکن دعا مؤمن کا ہتھیار ہے۔اگر ہم اللہ سے لو نہیں لگائیں گے، اس کے سامنے روئیں گے گڑگڑائیں گے نہیں تو کامیابی کی امید کیسے کی جا سکتی ہے۔ایک مسلمان کو ایمانی طاقت ہی کی بنا پر تو دوسروں پر فوقیت حاصل ہے۔جب یہ ہی نہیں رہے گی تو اپنی کم مائیگی کے باوجود کیونکر کامیابی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ایران کے سپہ سالار رستم کو بروقت فتح نہ

ملنے سے تشویش ہوئی تو سراغرسانوں کو اپنے اور دشمن کے لشکر میں حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے رپورٹ دی کہ دشمن کے فوجی رات میں عبادت وریاضت اور تلاوت قرآن کریم میں مصروف رہتے ہیں اور ہمارے فوجی شراب کے نشے میں مست ہیں۔ رستم نے تب کہا تھا کہ اسی وجہ سے فتح ہم سے منہ موڑے ہوئے ہے، ان حالات میں ہم کامیاب کیسے ہوسکتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ آج ہم جن مصائب ومشکلات سے گذر رہے ہیں وہ خود ہماری اپنی بعض بدعملیوں کا نتیجہ ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کی سزا دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ، وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ'' (المائدۃ:۴۹) ترجمہ: ''اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی ڈالے اور اکثر لوگ بے حکم ہی ہوتے ہیں''۔ ہماری تمام بدعملیوں کا اللہ تعالیٰ محاسبہ کرنے لگ جائے تو کچھ بچے گا ہی نہیں: ''مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى، فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا'' (الفاطر:۴۵) ترجمہ: ''اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب دار وگیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک جاندار کو نہ چھوڑتا، لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین تک مہلت دے رہا ہے، سو جب ان کی وہ میعاد آپہنچے گی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا''۔

ہم نے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کرکے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے جبکہ اللہ کا یہ دستور ہے کہ وہ ظالم کو اس سے بڑے ظالم کے ذریعہ، سزا دیتا ہے۔ کسی کو بھی مہلت اور ڈھیل سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کیونکہ وہ کبھی فورا پکڑتا ہے تو کبھی ڈھیل دے کر دیکھتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَاُمْلِيْ لَهُمْ، اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ'' (الاعراف:۱۸۳) ترجمہ: ''اوران کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے''۔ دوسری جگہ فرمایا: ''وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ'' (ھود:۱۰۲) ترجمہ: ''اور تیرے پروردگار کی پکڑ اسی طرح ہے جب وہ بستی والوں کو پکڑتا ہے جو (اپنے اوپر) ظلم کرتے رہتے ہیں، بیشک اس کی پکڑ بڑی دکھ دینے والی اور بڑی ہی سخت ہے''۔ اسی طرح فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ان اللہ لیملی للظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ (بخاری ومسلم) بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو (چندروز) دنیا میں مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔

مشکل حالات میں لوگ بڑے پس وپیش میں رہتے ہیں۔ وہ کوئی مناسب اقدام نہیں کرپاتے اور اللہ کے اس فرمان کو بھولے رہتے ہیں: ''فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى'' (طہ:۱۲۳) ترجمہ: جو میری ہدایت کی پیروی کرے نہ تو وہ بہکے گا نہ تکلیف میں پڑے گا''۔ دوسری جگہ فرمایا: ''فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ'' (الاعراف:۳۵) ترجمہ: ''جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

ہمیں اپنے آپ کو بدلنا چاہیے اور اللہ کے اس فرمان پر یقین کامل رکھنا چاہیے: ''ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ، وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ'' (الانفال:۵۳) ترجمہ: ''یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی قوم پر کوئی نعمت انعام فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی اس حالت کو نہ بدل دیں جو کہ ان کی اپنی تھی اور یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے''۔ دوسری جگہ فرمایا: '' اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ، وَاِذَآ اَرَادَاللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ'' (الرعد:۱۱) ترجمہ: کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو سزا کا ارادہ کرلیتا ہے تو وہ بدلا نہیں کرتا اور سوائے اس کے کوئی بھی ان کا کارساز نہیں۔

باری تعالیٰ کے اس فرمان پر کامل ایمان ہونا چاہیے: ''وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ'' (النحل:۱۱۲) ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن واطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی۔ پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا مزہ چکھایا جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا''۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: لن یصلح آخر ھذہ الامۃ الابما صلح بہ اولھا (الاعتصام للشاطبی) یعنی اس امت کے آخری شخص کی اصلاح ودرستگی بھی اسی چیز سے ہوسکتی ہے جس سے اس کے پہلے شخص کی اصلاح ہوئی۔ مطلب صاف ہے کہ صحیح معنوں میں مسلمان بننے اور اللہ تعالیٰ کی طرف لپکنے اور دوڑ کر جانے سے ہی اس کا بھلا ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ (پس اللہ کی طرف دوڑ پڑو) یعنی اس کے دین، اس کی فرمانبرداری، اس کے حکموں کی بجا آوری اور منع کردہ چیزوں سے اجتناب اور اللہ کی ناراضگی کے جو بھی اسباب ہیں ان سے اپنا دامن چھڑانے کی جلدی کرو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے قائدین کو حقیقی قیادت، عوام کو صحیح سمجھ اور حکمرانوں کو اصول حکمرانی پر گامزن ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین یا رب العٰلمین

☆☆☆

قرآن کریم کی بعض خصوصیات

تحریر: محمد بن جمیل زینو
ترجمہ: محمد شاہد عبدالوہاب

۱-قرآن کریم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ یہ سورہ فاتحہ سے شروع ہوکر سورہ الناس پرختم ہے۔

۲-نماز وغیرہ میں اس کی تلاوت اور قرأت سے ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”من قرأ حرفا من كتاب الله فله به حسنة، والحسنة بعشر امثالها، لأقول الم حرف، ولكن الف حرف ولام حرف وميم حرف“ (رواہ ترمذی)

ترجمہ: جس نے اللہ کی کتاب کا ایک حرف بھی پڑھا تو اسے ایک سے لے کر دس تک نیکیاں ملتی ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ (الم) ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔

۳-قرآن کی تلاوت کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی کیوں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لاصلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب“ (متفق علیہ)

ترجمہ: جس نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔

۴-قرآن کریم تحریف وتبدیل سے محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ (الحجر:۹)

ترجمہ: ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اور بقیہ آسمانی کتابیں ان کے ماننے والوں کی تغییر وتحریف سے محفوظ نہیں رہ سکیں۔

۵-قرآن مجید تناقض وتعارض سے پاک وصاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ‌ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا﴾ (النساء:۸۲)

ترجمہ: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بہت کچھ اختلاف پاتے۔

۶-اس کا حفظ کرنا آسان کردیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ﴾ (القمر:۳۲)

ترجمہ: اور ہم نے نصیحت کے لیے قرآن کو آسان کردیا ہے۔

۷-اللہ تعالیٰ نے عربوں کو قرآن کی ایک سورہ یا ایک آیت کے مثل لانے کے لیے چیلنج کیا لیکن سب نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ‌ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّثۡلِهٖ﴾ (یونس:۳۸)

ترجمہ: کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو گڑھ لیا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ۔

۸-قرآن کی تلاوت کرنے والے پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسونه فيما بينهم الا نزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكة وذكرهم الله فيمن عنده.“

ترجمہ: جب بھی کوئی قوم اللہ کی کتاب پڑھنے اور اس کی تلاوت کرنے کے لیے اللہ کے کسی گھر میں اکٹھا ہوتی ہے تو ان کے اوپر سکینت ووقار نازل ہوتا ہے۔ رحمت الٰہی ان پر نچھاور ہوتی ہے اور فرشتے انھیں گھیرے رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے پاس موجود فرشتوں میں کرتا ہے۔

۹-قرآن کریم زندوں کے لیے ہے مردوں کے لیے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لِّيُنۡذِرَ مَنۡ كَانَ حَيًّا﴾ (یٰسین:۷۰)

ترجمہ: تاکہ وہ ہر اس شخص کو آگاہ کردے جو زندہ ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قراءت قرآن کا ثواب مردوں کو نہیں پہنچے گا کیوں کہ یہ ان کا عمل نہیں لیکن کسی لڑکے کی قراءت کا ثواب اس کے والدین کو ضرور پہونچے گا کیوں کہ یہ انھیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔

۱۰-قرآن شرک نفاق جیسی مہلک بیماریوں سے شفایابی کا ذریعہ ہے نیز اس کے اندر بعض آیتیں اور سورتیں بھی جسموں کی شفاء کے لیے موجود ہیں۔ جیسے سورہ فاتحہ اور معوذتین وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوۡرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ (یونس:۵۷)

ترجمہ: اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفاء ہے اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لیے۔

اور اللہ نے فرمایا: ﴿وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ (بنی اسرائیل:۸۲)

ترجمہ: یہ قرآن جو ہم نازل کررہے ہیں مومنوں کے لیے تو سراسر شفا اور رحمت ہے۔

۱۱-قرآن اپنے قاری کے لیے روز قیامت سفارش کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اقرؤوا القرآن فانه يأتي يوم القيامة شفيعا لأصحابه.“ (رواہ مسلم)

ترجمہ: قرآن پڑھا کرو کیوں کہ وہ روز قیامت اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کرآئے گا۔

۱۲-قرآن کریم گزشتہ تمام کتب سماویہ کا نگراں اور گواہ ہے، اللہ تعالی نے اس کے اندر بہت سی خوبیوں، محاسن اور کمالات کو ودیعت کر دیا ہے جو دوسری آسمانی کتابوں میں موجود نہیں ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (مائدہ:۴۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔

۱۳-قرآن کریم کے قصے، واقعات واخبار سچے، حقیقی اور اس کے احکامات عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَامُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ﴾ (الانعام:۱۱۵)

ترجمہ: آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں۔

اللہ تعالی نے فرمایا:﴿نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ﴾ (القصص:۳)

ترجمہ: ہم آپ کے سامنے موسی اور فرعون کا صحیح واقعہ بیان کرتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا:﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ﴾ (الکہف:۱۳)

ترجمہ: ہم ان کا صحیح واقعہ تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔

اللہ تعالی نے فرمایا:﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ﴾ (آل عمران:۶۲)

ترجمہ: یقیناً یہ سچا بیان ہے۔

۱۴-قرآن کریم دنیا اور آخرت کے مقاصد کا جامع ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾ (القصص:۷۷)

ترجمہ: اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ، اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول اور جیسے کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر۔

۱۵-قرآن کے اندر وہ تمام امور جن کا انسان محتاج اور ضرورت مند ہوتا ہے موجود ہیں مثلاً عقائد، عبادات، احکام، معاملات، اخلاق، سیاست اور اقتصاد وغیرہ جو انسانی معاشرہ کا لازمی جزء ہیں۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الانعام:۳۸)

ترجمہ: ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔

اللہ نے فرمایا:﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ (النحل:۸۹)

ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے۔

۱۶-قرآن کریم کے اندر انسانوں اور جنوں کے نفسوں میں قوی تاثیر کی صلاحیت موجود ہے۔چنانچہ ابتداء اسلام میں بے شمار مشرکین کے دلوں میں قرآن نے اثر کیا اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

نیز جنوں کی ایک جماعت نے کہا:﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ﴾ (الجن:۱-۲)

ترجمہ: ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے ہم اس پر ایمان لا چکے۔

۱۷-قرآن کو سیکھنے اور سکھانے والا سب سے بہتر ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خیر کم من تعلم القرآن وعلمه" (رواہ البخاری)

ترجمہ: تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔

۱۸-اللہ تعالی نے قرآن کو رہنما اور خوشخبری دینے والا بنایا۔چنانچہ فرمایا:﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا﴾ (الإسراء:۹) ترجمہ: اور یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔

۱۹-قرآن دلوں کو سکون واطمینان عطا کرتا ہے اور یقین کو راسخ کرتا ہے۔اللہ تعالی نے فرمایا:﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد:۲۸)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔

۲۰-قرآن کریم کی اکثر سورتوں میں توحید الوہیت کی طرف خاص طور پر دعوت دی گئی ہے۔چنانچہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو ذرہ برابر بھی شریک نہ ٹھہراؤ۔

نیز سورہ اخلاص، فلق اور الناس میں بھی توحید کو بالتاکید بیان کیا گیا ہے۔

سورہ جن میں اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا﴾ (الجن:۲۰)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

۲۱-قرآن کریم شریعت اسلامیہ کا سرچشمہ ہے جس کو اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر لوگوں کو کفر وشرک اور جہالت کی تاریکیوں سے ایمان، توحید اور علم کے اجالے کی طرف نکالنے کے لیے اتارا ہے۔

اللہ تعالی فرماتا ہے:﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ﴾ (ابراہیم:۱)

ترجمہ: یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں گے ان کے پروردگار کے حکم سے، زبردست اور تعریف والے اللہ کی طرف۔

☆☆☆

خود نمائی اور فیشن پرستی

جمشید عالم عبدالسلام سلفی، سدھارتھ نگر، یوپی

اچھا لباس اور خوش پوشا کی انسانی ضرورت ہے اور یہ معیوب ہونے کے بجائے پسندیدہ عمل ہے، جب تک کہ یہ بے حیائی اور تکبر میں نہ داخل ہو۔ ویسے تو لفظِ فیشن کا استعمال کئی مفہوم میں کیا جاتا ہے، مگر یہاں فیشن پرستی سے میرا مقصود: وضع قطع، رہن سہن اور لباس وغیرہ میں دورِ جدید کی اس زینت وزیبائش، وضع قطع اور رہن سہن کو اپنانا ہے جو برہنگی اور فحاشی کا مظہر ہو اور جس کا مقصود نمود ونمائش، غرور وتکبر اور خود پسندی ہو، اور اِنھیں چیزوں کو آیندہ صفحات میں قدرے تفصیل سے بیان کیا جارہا ہے۔

عمدہ لباس کا استعمال: ستر پوشی اور خوش پوشا کی اولادِ آدم کی فطرت میں داخل ہے۔ اللہ رب العالمین نے دنیا میں موجود تمام مخلوقات میں صرف انسان کو لباس کی نعمت سے سرفراز فرمایا، جس سے ستر پوشی اور زینت کا کام لیا جاتا ہے، سرد وگرم موسم میں اس کے ذریعہ جسم کی حفاظت کی جاتی ہے اور اللہ نے کچھ ایسے لباس بھی مہیا فرمایا، جو دورانِ جنگ جسم کو زخموں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ. وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ“

ترجمہ: ”اور اللہ نے تمھارے لیے سایے بنا دیے، ان چیزوں سے جو اس نے پیدا کیا، اور پہاڑوں میں تمہارے لیے چھپنے کی جگہیں بنائیں، اور تمھارے لیے ایسے لباس بنائے جو تمھیں گرمی سے بچاتے ہیں، اور کچھ ایسے لباس جو تمھاری لڑائی میں تمھاری حفاظت کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بن جاؤ۔“ (النحل:۸۰-۸۱)

دوسری جگہ فرمایا: ”يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا، وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ“ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ“ (الاعراف:۲۶)

ترجمہ: ”اے آدم کی اولاد! تحقیق کہ ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمھارے جسم کے قابلِ شرم حصوں کو چھپاتا ہے اور زینت کا ذریعہ بھی ہے، اور تقویٰ کا لباس سب سے اچھا ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔“

آیتِ کریمہ میں وارد لفظ ”رِيْشًا“ سے مراد وہ لباس ہے جو زیب وزینت اور حسن ورعنائی کے لیے پہنا جائے۔ اور آگے (لباس التقوی) تقویٰ کے لباس کو سب سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ یعنی لباسِ ظاہری کے سوا ایک معنوی لباس بھی ہے اور وہ ایمان، حیا، خوش اخلاقی، عملِ صالح، تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کا لباس ہے، جس کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ اسی سے اس بات کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ لباس میں زیب وزینت کا اپنانا اگرچہ درست ہے، مگر لباس میں سادگی اپنانا اور ایسا لباس زیب تن کرنا، جس میں تقویٰ اور پرہیزگاری پائی جائے، زیادہ بہتر ہے۔

علاوہ ازیں تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ لباس بھی نہ پہنے جائیں جس کی ممانعت شریعت میں آئی ہے۔ مثلاً ایسا باریک وشفاف یا چست لباس جس سے اعضائے ستر دکھائی دیں یا جسمانی ساخت نمایاں ہوں، فاخرانہ لباس، مردوں کے لیے ریشمی یا زعفرانی رنگ کا لباس وغیرہ۔

اسی طرح عمدہ لباس کا انتخاب کرتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ وہ شہرت کا لباس نہ ہو، کیوں کہ ایسا لباس زیب تن کرنے والوں کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنایا جائے گا اور اس میں آگ بھڑکائی جائے گی۔ جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من لبس ثوب شهرة في الدنيا، البسه الله ثوب مذلة يوم القيامة ثم الهب فيه نارا“ ترجمہ: ”جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ اسے قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا، پھر اس میں آگ بھڑکائے گا۔“

[حسن، سنن ابوداؤد:۴۰۹۲، ابن ماجہ:۳۶۰۷]

عمدہ وپاکیزہ لباس کے استعمال اور جسمانی طہارت وصفائی کے حصول کا داعیہ ہر انسان کے اندر ہوتا ہے اور یہ ان کا حق بھی ہے۔ چناں چہ لباس وجسم کو پاک صاف رکھنا اور نظافت وطہارت اختیار کرنا ہر مومن مرد وعورت کی شان ہے اور اسلام نے بھی نظافت وطہارت پر خاصا زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے نیز وہ خوب صورت ہے اور خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

”اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ“

ترجمہ: ”بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔“ [البقرہ:۲۲۲]

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے دل میں ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا۔ ایک آدمی نے کہا: بے شک آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا: ”ان الله جميل يحب الجمال، الكبر بطر الحق وغمط الناس“

ترجمہ: ''بے شک اللہ خوب صورت ہے، وہ خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔حق کو انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا تکبر ہے۔'' [صحیح مسلم:۹۱]

اللہ تعالیٰ نے نظافت وطہارت اور زیب وزینت کی بہت ساری چیزیں اور بہت سارے وسائل انسانوں کو مہیا فرمائے ہیں، جن سے تمام بنی نوع انسان فائدہ اٹھاتے ہیں، اور اپنی حیثیت کے مطابق عمدہ لباس اور عمدہ کھانے کا اہتمام کرتے ہیں، لہٰذا ان سے کنارہ کشی اختیار کرنا اور حلال اسبابِ زینت کو حرام قرار دینا بہت بڑا ظلم ہے۔اللہ رب العالمین نے فرمایا:

''قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ''

ترجمہ: ''آپ کہہ دیں کہ جو زینت اور کھانے پینے کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہیں ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لیے ہیں اور قیامت کے دن خاص اُنھیں کا حصہ ہوں گی۔اسی طرح ہم آیات کو ان لوگوں کے لیے کھول کر بیان کرتے ہیں، جو جانتے ہیں۔'' [الاعراف:۳۲]

بری ہیئت اختیار کرنا: اوپر کی آیت کریمہ کا مطلب یہ بھی ہے کہ زینت کی چیزوں کو استعمال میں لانا برا نہیں ہے، بلکہ ایسی چیزوں کو حرام قرار دینا غلط ہے۔یعنی وسعت وکشادگی کے باوجود بری ہیئت اختیار کرنا درست نہیں ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان اللہ یحب ان یری اثر نعمته علی عبده''

ترجمہ: ''بے شک اللہ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے۔'' [جامع ترمذی:۲۸۱۹، السراج المنیر ۲/۱۰۸۵]

مطلب یہ کہ اپنی حیثیت کے مطابق اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کے حدود و قیود میں رہتے ہوئے استعمال کرنا چاہیے،خوش حالی اور کشادہ دستی کے باوجود گھٹیا کھانا کھانا، ردی لباس پہننا اور جمال کے منافی بری ہیئت اختیار کرنا زہد اور نیکی نہیں ہے، زہد یہ ہے کہ آدمی سادگی اور قناعت پسند بنے۔

سیدنا سہل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انکم قادمون علی اخوانکم، فاصلحوا رحالکم، واصلحوا لباسکم حتی تکونوا کانکم شامة فی الناس، فان اللہ لا یحب الفحش ولا التفحش'' ترجمہ: ''یقیناً تم لوگ اپنے بھائیوں کے پاس آنے والے ہو اس لیے تم اپنی سواریاں درست کرلو اور اپنے لباس درست کرلو، یہاں تک کہ تم ایسے ہوجاؤ گویا تم لوگوں میں تل ہو، یعنی جس طرح چہرے پر تل والا شخص لوگوں میں نمایاں ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ بلا ارادہ خستہ حالت اختیار کرنے اور بہ تکلف بدہیئتی اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا ہے۔'' ''سنن ابوداود:۴۰۸۹، مسند احمد:۱۷۶۲۴، قال شعیب الأرناووط: اسناده محتمل للتحسین''

ویسے فحش کا اطلاق قبیح قسم کے معاصی وگناہ اور فحش قسم کے اقوال وافعال پر ہوتا ہے، مگر یہاں اس حدیث میں ردی وخستہ حالت اور بری ہیئت اختیار کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے، جو یقیناً خوب صورتی کے منافی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔

قزع کی ممانعت: موجودہ دور کے نوجوانوں کو دیکھیں کہ وہ کس طرح بہ تکلف لباس واطوار میں کریہہ قسم کی بدہیئتی اختیار کررہے ہیں، پھٹے لباس اور پراگندہ بال رکھنے کی عام روش چل پڑی ہے۔فیشن کے نام پر بالوں کی تراش کا ایک جدید (پیالہ) اسٹائل نہایت بدنما اور فحش منظر پیش کرتا ہے، یعنی سر کے پچھلے حصے اور دونوں طرف کے بال زمینی اور باقی سامنے والے بال عورتوں جیسے لمبے ہوتے ہیں۔بالوں کی یہ ہیئت نبوی ممانعت میں بھی داخل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا۔ سالم کہتے ہیں: قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کا بعض حصہ مونڈ دیا جائے اور کچھ حصہ چھوڑ دیا جائے۔[صحیح بخاری:۵۹۲۰-۵۹۲۱، صحیح مسلم:۲۱۲۰]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کو دیکھا کہ اس کے سر کے کچھ بال مونڈے ہوئے ہیں اور کچھ چھوڑے ہوئے ہیں تو آپ نے انھیں اس روش سے منع کیا اور فرمایا:

''احلقوه کله او اترکوه کله'' [سنن ابوداود: ۴۱۹۵، سلسلة الاحادیث الصحیحة:۱۱۲۳]''

ترجمہ: ''اس کے سارے بال مونڈ دو یا سارے بال چھوڑ دو۔''

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے ممنوع قزع کی درج ذیل چار صورتیں ذکر کی ہیں:

(1) سر کے مکمل بال کو مونڈنے کے بجائے مختلف جگہوں سے مونڈنا۔

(2) بیچ سر کے بال کو مونڈنا اور اطراف وجوانب سے چھوڑ دینا۔

(3) اطراف وجوانب سے مونڈنا اور سر کے درمیانی حصے کو چھوڑ دینا۔

(4) سر کے اگلے حصے کے بال کو مونڈنا اور پچھلے حصے کو چھوڑ دینا۔

[تحفۃ المودود باحکام المولود ص:۱۴۷-۱۴۸، دار علم الفوائد، بیروت]

دراصل ہمیں وضع قطع اور لباس وغیرہ سمیت اپنے تمام تر معاملات میں تصنع، بناوٹ اور تکلف اختیار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ: ''قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ'' ترجمہ: ''آپ کہہ دیں کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔'' [ص:۸۶]

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: ''نهینا عن التکلف'' ''ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔'' [صحیح بخاری:۷۲۹۳]

اس لیے فیشن کے نام پر وضع قطع، رہن سہن اور ملبوسات ومطعومات وغیرہ میں

بھی بناوٹ اور تکلف سے پرہیز کرنا چاہیے، ورنہ کوّا چلا ہنس کی چال اور اپنی چال بھول گیا والی مثال ہوگی، نہ ہمیں دنیا حاصل ہوگی اور نہ ہماری عاقبت سدھرے گی۔

اسلامی لباس: عورتیں زینت کا محل ہیں، قدرتی طور پر ان میں سجنے سنورنے کا ذوق زیادہ پایا جاتا ہے، لہٰذا زینت وزیبائش اور خوب صورتی کو اپنانا ان کا فطری حق ہے، اسی لیے ان کے لیے سونا، چاندی، ریشمی کپڑے اور تزئین کی بہت ساری چیزیں جائز قرار دے کر ان کی آرائش کے لیے شریعت میں کافی وسعت و گنجائش رکھی گئی ہے۔

عورتوں اور مردوں کے لیے آرائشِ زینت کی چیزیں جداگانہ ہیں اور نمایاں طور پر ان کے لباس میں فرق پایا جاتا ہے، اس لیے ہر ایک کو اپنے اپنے ذوق اور طبیعت کے اعتبار سے ستر کو چھپانے والے لباس اور زینت کے دیگر سامانوں کو استعمال میں لانا چاہیے اور ایک دوسرے کے وضع قطع کو اپنانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

لباس کے انتخاب کے سلسلے میں درج ذیل شرعی حدود وقیود کا پاس ولحاظ رکھنا ہمارے لیے ازبس ضروری ہے:

(1) ایسا لباس جو اعضائے ستر کو ڈھانپ لے بالخصوص عورت ایسا لباس زیب تن کرے جس سے اس کا پورا بدن چھپ جائے۔

(2) عورت ایسا لباس زیب تن نہ کرے جو بذاتِ خود زینت اور فتنے کا باعث ہو اور وہ خود زینت اور فتنہ بن جائے۔

(3) لباس دبیز ہو اور ایسا باریک وشفاف نہ ہو جس سے بدن جھلکے اور جسم کی رنگت نظر آئے۔

(4) لباس کشادہ اور ڈھیلا ڈھالا ہو اور ایسا تنگ نہ ہو کہ جس سے جسم کے نشیب وفراز عیاں ہوں۔

(5) عورتیں خوشبو زدہ لباس نہ استعمال کریں کہ اس کی وجہ سے لوگ ان کی طرف مائل ہوں۔

(6) عورت کا لباس مرد کے لباس سے مشابہ نہ ہو اور مرد کا لباس عورت کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔

(7) عورت کا لباس کافر عورتوں کے مشابہ نہ ہو اور مرد کا لباس کافر مردوں کے لباس سے مشابہت نہ رکھتا ہو۔

(8) شہرت کا لباس نہ ہو یعنی وہ لباس ایسا نہ ہو کہ اس سے فخر وغرور کی بو آئے اور لوگوں کے یہاں وہ خود نمائی اور شہرت طلبی کا باعث ہو۔

(9) مردوں کا لباس ریشم کا نہ ہو اور اس کا رنگ زعفرانی نہ ہو۔ ایسا لباس خاص مردوں کے لیے ممنوع ہے۔

مرد و زن کا ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا:

تہذیبِ نو نے معاشرے میں تجمل وحسن کاری اور ذوقِ جمال کو اس قدر فروغ و بڑھاوا دیا ہے کہ خود نمائی کے طور پر فیشن کے نت نئے طریقوں کو اپنانے کے لیے ہر کوئی سرگرداں ہے۔ مغربی کلچر کی اس اندھی تقلید نے مرد کو مرد اور عورت کو عورت نہیں رہنے دیا ہے۔ بہت سے مردوں نے اپنی مردانہ وجاہت کو ترک کرکے عورتوں کے انداز واطوار کو اپنا لیا ہے اور بہت سی عورتوں نے اپنی نسوانیت کو بالائے طاق رکھ کر مغرب کی حیا باختہ فیشن ایبل عورتوں کی تقلید میں مردانہ چال چلن کو اپنا لیا ہے، جو کہ مظہرِ فواحش اور فتنوں کی جڑ ہیں۔

مرد وعورت میں سے ہر ایک صنف کے فطری تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں اور ہر ایک کی اپنی مخصوص ہیئت وکیفیت ہوتی ہے۔ بود وباش، ملبوسات وپہناوا، بات چیت، اٹھنا بیٹھنا، رہن سہن، حرکات وسکنات اور وسائلِ آرائش وزیبائش فطری طور پر ہر ایک کے جدا جدا ہوتے ہیں اور ان میں نمایاں فرق بھی ہوتا ہے۔ مہندی لگانا، زلفوں کو دراز کرکے سنوارنا، زیب وزینت اختیار کرنا، کنگن، بالی، پازیب اور گلے میں ہار پہننا، ابرو وپلک کو سنوارنا، اور رخ کو حسین وخوبصورت بنائے رکھنا خواتین کا خاص طبعی وصف ہے، مگر افسوس کہ یہ چیزیں زنخا قسم کے بہت سے مردوں میں بھی سرایت کرگئی ہیں، بلکہ عورتوں کا سا لباس پہن کر عام نمائش کرنا بھی کچھ بدقماش مردوں کی عادت بن چکی ہے، جنھیں دیکھ کر ان کی جنس کا پتا لگا پانا مشکل ہوتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت ہے۔ اور انھیں فیشن پرستیوں اور ایک دوسرے کی نقالی کی وجہ سے معاشرے میں فواحش وبے حیائی اور فتنوں کے ابھرنے اور پھلنے کا خوب موقع ملتا ہے، جب کہ ایسے لوگوں پر لعنت بھیجی گئی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

”لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال“

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔“ [صحیح بخاری: ۵۸۸۵]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ”لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجل يلبس لبسة المرأة، والمرأة تلبس لبسة الرجل“

ترجمہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا لباس پہننے والے مرد اور مرد کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔“ [سنن ابوداود: ۴۰۹۸، السراج المنیر ۲/۹۹۶]

مردوں کی مجالس کو ترک کرکے عورتوں کی مجالس میں بیٹھنا، ہر وقت ان کی معیت وہم راہی اختیار کرنا، ان کے انداز واطوار کو اپنانا، آواز میں لچک وکشش پیدا کرنا، سراویل کا ٹخنوں کے نیچے رکھنا، داڑھی ومونچھ صاف کرکے عورتوں جیسا حلیہ بنانا، حسن وخوب صورتی کے لیے ہر وقت زینت وآرائش میں لگے رہنا، بیرونی کاموں کو چھوڑ کر خاص اندرونی کاموں میں شغل رکھنا، زیورات اور ریشمی ورنگین پھول دار ملبوسات کو استعمال میں لانا وغیرہ عادات واطوار کا تعلق مشابہتِ نسواں سے ہے، لہٰذا ان سے بچنا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں بہت سے افراد مذکورہ خصائص کو بطور فیشن اپنائے ہوئے ہیں، بلکہ حبائل الشیطان نما بالوں کی وبا تو نوجوانوں میں بہت

زیادہ عام ہے، جب کہ اس میں جہاں مشابہتِ نسواں کا شائبہ پایا جاتا ہے، وہیں اس ہی ازم فیشن میں خلقتِ الٰہی کو بگاڑنا اور کفار کے ساتھ مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے سے اپنی امت کو روکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لیس منا من تشبه بغير نا لا تشبهوا باليهود، ولا بالنصارى''

''وفي رواية: ''من تشبه بقوم فهو منهم''

ترجمہ: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو ہمارے سوا لوگوں کی مشابہت اختیار کرے، نہ یہود کی مشابہت اختیار کرو اور نہ نصاریٰ کی۔'' ایک روایت میں ہے: ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انھیں میں سے ہے۔'' [ترمذی: ۲۶۹۵، ابوداود: ۴۰۳۱، السراج المنیر ۲/۹۹۶]

مغربی فیشن کو اپنا کر خواتین بھی مردوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہیں اور بلا تردد مغرب سے کشید ہر فیشن کو اپنا رہی ہیں، خواہ اس میں ان کا دینی اور دنیاوی نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ شرعی پردے کے التزام سے پہلو تہی اختیار کر کے مردوں جیسا لباس پہننا، تنگ و چست اور جسم کے بیش تر اعضا کو کھلا رکھنے والا لباس زیب تن کرنا، بہ کثرت گھروں سے باہر گھومنا، بغیر محرم کے سفر کرنا، مردوں کے ساتھ مختلط ہونا، غیر محرموں سے کھلے عام بات چیت کرنا، بالوں کی تراش خراش اور دیگر امور میں مردوں جیسی شکل و شباہت بنانا، مردوں کی قوامیت کو بالائے طاق رکھ کر خودسری کی خو اپنا کر گھریلو ضروریات کی تکمیل کے لیے بازاروں اور سیر گاہوں کے چکر لگانا، خود کفیل بننے کے لیے سحافت کی روش اپنانا وغیرہ امور مردوں کے ساتھ مشابہت کے مظاہر میں سے ہیں، جس کا مشاہدہ ہم عام طور پر معاشرے میں کر سکتے ہیں۔ مسلم خواتین کو اس طرح کی واہیات سے بچنا چاہیے اور والدین کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ بچپن ہی سے بچوں کو آدابِ شرع کا پابند بنائیں، اخلاق و حیا اور حجاب وغیرہ سے متعلق ان کی ایسی تربیت کریں کہ وہ اس طرح کی لایعنی چیزوں کے قریب بھی نہ جائیں۔

تبدیلیِ جنس: اس ترقی یافتہ سائنسی دور میں مغربی معاشرے کے اندر دو طرفہ مشابہت کی ایک جدید شکل تبدیلیِ جنس کے نام سے متعارف اور رواج پذیر ہوئی ہے۔ تبدیلیِ جنس کا مطلب ہے جدید میڈیکل سائنس کی مدد سے ماہر ڈاکٹروں کی نگرانی میں آپریشن کے ذریعے مرد کے ظاہری اعضا کو نکال کر اس میں عورتوں جیسے اعضا لگا دینا اور عورت کے ظاہری اعضا کو نکال کر اس میں مردوں جیسے اعضا لگا دینا۔ حقیقت میں یہ مکمل تبدیلی نہیں ہوتی ہے، بلکہ مرد و عورت کے ہارمونز کو بدل کر فقط ظاہری طور پر مصنوعی تبدیلی کی جاتی ہے، یعنی تبدیلی کے بعد عورت بننے والے مرد میں صرف ظاہری تبدیلی ہوتی ہے، اس کے ہاں عورتوں کی طرح حیض کا آنا اور حمل قرار پانا ممکن نہیں ہوتا ہے، اور مرد بننے والی عورت کے مصنوعی عضو تناسل سے منی کا اخراج ناممکن ہوتا ہے۔ جنس تبدیل کرنے کرانے کا یہ بے حیا عمل شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صورت میں تغییر و تبدیلی اور دو مخالف جنسوں کا آپس میں ایک دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا لازم آتا ہے، جو کہ حرام ہے اور پھر اس عمل میں بلا ضرورت جسم کو مثلہ کرنا بھی لازم آتا ہے، جو کہ شرعاً ممنوع ہے۔ دراصل اس جراحی عمل کا مقصود بڑھتی ہوئی جنسی بے راہ روی کو تسکین دینا اور فطری راہ کو ترک کر کے غیر فطری طریقے سے نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنا ہوتا ہے۔

عورت کے لیے مرد بننے اور مرد کے لیے عورت بننے کی آرزو اور خواہش کرنا بھی ناجائز اور ممنوع ہے، چہ جائے کہ جنس تبدیل کروا کر باہم ایک دوسرے کا روپ دھار لیا جائے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا:

''وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا، وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا'' (النساء:۳۲) ترجمہ: ''اور اس چیز کی تمنا نہ کرو، جس میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، مردوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے، اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے۔ اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو۔ بے شک اللہ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

آیتِ کریمہ کی شانِ نزول سے متعلق ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مرد حضرات جہاد کرتے ہیں اور عورتیں جہاد نہیں کرتی ہیں، اور ہم عورتوں کے لیے میراث میں آدھا حصہ ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ [جامع ترمذی: ۳۰۲۲، مسند احمد، صحح اسنادہ الشیخ الالبانی]

آیتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد و عورت کو اپنے اپنے حدود میں رہ کر مشترکہ طور پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوش نودی طلب کرنی چاہیے اور اپنے حدود سے باہر نکل کر کوئی غلط تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ عورتیں مردانہ صفات اپنانے کی کوشش اور تمنا کریں اور مرد زنانہ صفات کو اپنانے کی کوشش اور تمنا کریں۔

البتہ اگر کسی مخنث مرد کے اندر زنانہ علامات پائی جائیں یا بظاہر وہ مردانہ جنسی اعضا سے محروم ہو یا کسی مخنث عورت کے اندر مردانہ علامات پائی جائیں یا اس کے زنانہ اعضا میں کوئی نقص پائی جائے تو ان لوگوں کے اندر پائی جانے والی ان علامات کو جو عیوب کی حیثیت رکھتی ہیں، آپریشن کے ذریعے زائل کر کے اصلی و بنیادی مردانہ یا زنانہ خفتہ علامات کو اجاگر کرنا جائز اور مباح ہے، کیوں کہ اس کی حیثیت ازالہ عیوب کی سی ہے اور پھر اس میں اصل جنس کو واضح کیا جاتا ہے نہ کہ اس میں کوئی بنیادی تبدیلی کی جاتی ہے۔ در اصل ایسے لوگ ناقص الخلقت ہوتے ہیں اور ان کے اعضائے رئیسہ کی پرورش و پرداخت میں کمی پائی جاتی ہے، لہٰذا آپریشن کے ذریعے ان کے نقص کو دور کیا جاتا ہے اور یہ ان کے علاج کے لیے ضروری بھی ہے۔ تبدیلیِ جنس کی یہ صورت جائز اور مباح ہے۔ بس شرط یہ ہے کہ مسئلے کی صورتِ حال کو جاننے کے لیے اہلِ علم سے صلاح و مشورہ لینا اور ماہر ڈاکٹروں کی خدمات لینا ضروری ہے۔ [اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: اسلام اور جدید میڈیکل سائنس تالیف: ڈاکٹر محمد شوکت شوکانی]

تزئین کاری کی چند حرام صورتیں

جدید وسائلِ جمالیات نے بہت سی خواتینِ اسلام کو جہاں بے حجاب اور بے آبرو کر دیا ہے، وہیں انھیں حرام زینت سے آراستہ کر کے شعلۂ محفل کی شکل میں فحاشیت اور بے حیائی کا جیتا جاگتا نمونہ بھی بنا دیا ہے۔ میک اپ اور آرائش کے نام پر مغرب سے آنے والی ہر حیا باختہ فیشن کو سود وزیاں کی پروا کیے بغیر اپنانا ان کے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ چناں چہ گیسوئے دراز کی خاطر مصنوعی بال جوڑنا جڑوانا، خوب صورتی کے لیے گودنا گدوانا، ابرو کے بال اکھیڑنا، دانتوں کے مابین فاصلہ کرا کے انھیں باریک ونوکیلا کرنا، ناخنوں کو بڑھانا اور اس کی آرائش کے لیے تہہ دار نیل پالش کا استعمال کرنا، چست وعریاں لباس زیب تن کرنا وغیرہ بازاری وجاہلی عورتوں کا شیوہ تھا، لیکن وہی بازاریت اور جاہلیتِ اولی، دور جدید میں معزز گھرانوں کے اندر عود کر آئی ہے۔ غیر مسلم گھرانوں میں تو یہ برائیاں عام ہی ہیں، ساتھ ہی آزاد خیال مسلم گھروں کی خواتین بھی ان برائیوں میں گھری نظر آتی ہیں۔ اور یہ سب کچھ خود نمائی اور زینت ظاہرہ وباطنہ کے اظہار کے طور پر کیا جاتا ہے تاکہ اس قماش کی عورتیں مرد وزن کی مخلوط مجالس میں منفرد مقام حاصل کر سکیں نیز مردوں اور اپنی ہم جولی عورتوں سے دادِ تحسین وصول کر سکیں، لوگ ان کی طرف مائل ہوں، ان کی تعریف کریں اور ان کے حسن وخوب صورتی کے گن گائیں۔

خواتین میں اضافۂ حسن اور مسابقتِ حسن کے لیے شہروں میں جگہ جگہ بیوٹی پارلر نظر آتے ہیں، جہاں ان کے نوک وپلک کو نہایت بے باکی سے سنوارا جاتا ہے اور ایسی جگہوں پر انھیں مجسم شعلۂ حسن بنانے کے لیے عورتیں تو کام کرتی ہی ہیں، مرد بھی اس کام کی انجام دہی کے لیے پیش پیش رہتے ہیں۔ یہ سب فواحش اور بے حیائی کے کام ہیں، شریعتِ مطہرہ میں اس طرح کی بے حیائی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ایسوں پر اللہ اور اس کے رسول کی لعنت پڑتی ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لعن الله الواصلة والمستوصلة، والواشمة والمستوشمة''

ترجمہ: ''اللہ نے بال جوڑنے والی، جڑوانے والی، گودنے والی اور گدوانے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔'' [صحیح بخاری: ۵۹۳۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انصار کی ایک لڑکی نے شادی کی، وہ بیمار ہوگئی اور اس کے بال جھڑ گئے۔ تو لوگوں نے اس کے بال کے ساتھ (مزید بال) ملانا چاہا اور اس کے متعلق انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''**لعن الله الواصلة والمستوصلة**'' [صحیح بخاری: ۵۹۳۷، صحیح مسلم: ۲۱۲۴]

ترجمہ: ''اللہ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔''

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! میری بیٹی کو خسرے کا بخار ہو گیا، جس کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے اور میں اس کی شادی بھی کر چکی ہوں کیا میں اس کے سر میں بال جوڑ سکتی ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لعن الله الواصلة والموصلة'' [صحیح بخاری: ۵۹۴۱، صحیح مسلم: ۲۱۲۲]

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''لعن الله الوشمات والموتشمات، والنامصات والمتنمصات، والمتفلجات للحسن، المغيرات خلق الله'' [صحیح بخاری: ۴۸۸۶، صحیح مسلم: ۵۲۱۲، واللفظ لہ] ترجمہ: ''اللہ نے گودنے والیوں اور گدوانے والیوں پر اور پلکوں کے بال اکھیڑنے والیوں اور اکھڑوانے والیوں اور خوب صورتی کے لیے آگے کے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرانے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔''

مذکورہ بالا احادیثِ نبویہ حسن وجمال میں اضافہ اور کمال کی خاطر مصنوعی تزئین کاری کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں۔ جمال وخوب صورتی کو اپنانے کے لیے مصنوعی تزئین کاری کا سہارا لینے والی مسلم خواتین کو درج بالا احادیث کی روشنی میں غور وفکر کرنا چاہیے کہ ان کے یہ انداز واطوار کہاں تک درست ہیں؟

غور طلب مقام ہے کہ مذکورہ احادیث میں اس قماش کی عورتوں پر لعنت بھیجی گئی ہے اور لعنت، قہرِ الٰہی کی آمد اور نزولِ رحمتِ الٰہی سے دوری کا سبب ہوا کرتی ہے۔ افسوس ہوتا ہے کہ اس قدر وعید کے باوجود بہت سی مسلم خواتین حرام امور کو اپنا کر خود نمائی اور فیشن پرستی کی دوڑ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہیں۔ حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''آج کل بھی عورتوں میں اس قسم کے بعض فیشن رائج ہیں۔ جیسے آنکھوں کی پلکوں کے بال نوچ کر ان میں رنگ اور میک اپ کی بعض چیزیں وغیرہ بھرنا یا ہندو عورتوں کی طرح تلک اور سیندور بھرنا وغیرہ۔ فیشن اور میک اپ کے جدید طریقے جو آج کل عورتوں میں عام ہیں اور جن پر قوم کا کروڑوں اور اربوں روپیہ برباد ہو رہا ہے، یہ سب اسی ذیل میں آتے ہیں، جن پر لعنت فرمائی گئی ہے، اس لیے مسلمان عورتوں کو زیب وزینت کی ان تمام چیزوں سے بچنا چاہیے، اس میں دین اور دنیا دونوں کی بربادی ہے۔ اسی طرح ناخنوں کی پالش ہے، جس سے وضو بھی اکثر علما کے نزدیک نہیں ہوتا، علاوہ ازیں ناخنوں کو خوب بڑھایا جاتا ہے اور ان میں سرخ پالش لگائی جاتی ہے، جس سے وہ خوں خوار درندوں کے خونی پنجوں کی طرح ہو جاتا ہے۔ یہ سارے بے ہودہ فیشن دراصل مغرب کی حیا باختہ عورتوں کے ہیں، جو بدقسمتی سے مسلمان عورتوں نے بھی اختیار کر لیے ہیں، جن سے اجتناب ضروری ہے، کیوں کہ ان میں کافروں کی مشابہت اور نقالی ہے، جو حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔'' [دلیل الطالبین ۲/۴۰۲-۴۰۳]

تزئین کاری کے جدید وسائل اور طریقہ کار نے عورتوں کی فطری اور وہبی رنگ و خو کو یکسر نابود کر دیا ہے، کیریر اور کردار مجروح ہو کر رہ گیا ہے، غیرت وخودداری اور عفت وآبرو سرِ بازار نیلام ہو رہی ہے۔ چھیڑ خانی، اغوا اور عصمت دری کے بیش تر واقعات، سرِ بازار زینت کا اظہار کرنے والی عورتوں ہی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ لہٰذا مرد و

خواتین کو اپنی عظمت ووقار اور تقدس وکردار کے تحفظ کے لیے، شریعتِ اسلامیہ کی بالا دستی کو تسلیم کرتے ہوئے، اس کے قوانین وضوابط کو عملی جامہ پہنانے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں ہے۔ اصلی خوب صورتی کپڑوں کی ظاہری چمک دمک، زیورات کی بہتات، مصنوعی تزئین کاری، اعضائے جسمانی کی نمائش اور جدید وسائلِ جمالیات میں نہیں ہے، بلکہ لباسِ تقویٰ، سادہ وساتر لباس، عفت مآبی، اخلاق کی عمدگی، ظاہر و باطن کی پاکیزگی، اور فطری خوبیوں کے بچائے رکھنے میں ہے۔ لہٰذا اس بات کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ہے کہ شریعت نے عورتوں کو گھر کے اندر رہ کر حرام زینت سے اجتناب اور شرعی آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے جہاں حصولِ زینت کی ترغیب دی ہے، وہیں اضافۂ حسن کی خاطر خلقتِ الٰہی میں تبدیلی کرنے سے روکا بھی ہے۔

☆☆☆

(بقیہ جماعتی خبریں)

جدوجہد آزادی میں اہل حدیث علماء وعوام نے نمایاں کردار ادا کیا: یوم آزادی کے موقع پر الجامعۃ المحمدیہ کرہٹیا دربھنگہ بہار میں تقریب یوم آزادی اور پرچم کشائی کا اہتمام کیا گیا جس میں الثقافہ فاؤنڈیشن کے چیئرمین اور الجامعہ المحمدیہ کے مؤسس ورئیس معروف عالم دین ودانشور ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی نے وہاں موجود سامعین کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آزادی عظیم نعمت ہے۔ باشعور قومیں اس کی دل وجان سے قدر دانی کرتی ہیں اور پوری فکرمندی کے ساتھ اس کی حفاظت کرتی ہیں۔ وطن عزیز میں ہماری یہ آزادی ہمارے آباء واجداد کی بلاتفریق مذہب وملت گراں قدر قربانیوں اور عظیم الشان جدوجہد کی رہین منت ہے۔ اس لیے اس آزادی کو اس کی روح کے ساتھ زندہ اور توانا رکھنے کی ضرورت ہے۔ آج یوم آزادی کی مناسبت سے ان جلیل القدر مجاہدین آزادی کی عظیم قربانیوں کو یاد کرنے، ان کی مبارک زندگیوں سے سبق لے کر ملک وملت اور انسانیت کی تعمیر و ترقی کا عزم تازہ کرنے اور مل جل کر آزادی کی خوشیاں منانے اور اتحاد واتفاق، بھائی چارہ اور قومی یک جہتی وفرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اس کے لیے سبھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالی اس نعمت آزادی کو سدا قائم ودائم رکھے۔ انہوں نے اپنے مختصر خطاب میں جدوجہد آزادی میں ہر طبقے اور فرقے کی عظیم قربانیوں کا تذکرہ کرتے اور ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اہل حدیث علماء وعوام کے نمایاں کردار کا بھی ذکر کیا۔ اور ملک میں اتحاد اتفاق، بھائی چارہ، امن وشانتی، تعلیم تربیت، رواداری کو فروغ دینے، ملک کی تعمیر وترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے اور کورونا وائرس کے خلاف جنگ میں مزید مضبوطی سے ڈٹے رہنے پر زور دیا۔ ساتھ ہی عوام وخواص سے اپیل کی کہ وہ الجامعۃ المحمدیہ کی دامے درمے اور قدمے سخنے تعاون کریں تاکہ چراغ سے چراغ جلنے کا عمل جاری رہے۔ اس مبارک موقع پر جامعہ کے اساتذہ، ذمہ داران اور گاؤں کی چند اہم شخصیات بھی موجود تھیں۔ اس دوران سوشل ڈسٹنسنگ کا پورا اہتمام کیا گیا۔ (رپورٹ: ماسٹر محمد حنظلہ محمد ادریس تیمی، نگراں تعلیمی وتربیتی امور الجامعۃ المحمدیہ کرہٹیا، دربھنگہ، بہار)

☆☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اور اہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر۔ ان شاءاللہ

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ اس سلسلہ میں الحمدللہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہونے والا ہے اور اُردو بازار میں اہل حدیث منزل کی تیسری منزل تک کی تعمیر کا کام مکمل ہوا چاہتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔ مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان کریں۔ اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

عنقریب ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلیٰ سطحی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔ اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کر کے مشکور وماجور ہوں۔

نوٹ: اس سلسلہ میں متعلقہ صوبوں کے ذمہ داران واعیان کو اطلاع کر دی گئی ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کے مسجد نبوی کے دروس

ازقلم: ڈاکٹر عبدالرافع محمود عالم عمری
جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

رب کریم نے ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ کو عظیم نعمتوں اور اعلی مناصب سے نوازا تھا، ان ہی نعمتوں اور مناصب میں سے ایک عظیم نعمت اور معزز منصب مسجد نبوی کی تدریس تھی، مورخہ ۲۲ صفر ۱۴۳۵ھ کو مسجد نبوی کے مدرس کی حیثیت سے آپ کی تعیین عمل میں آئی اور مورخہ ۱۳/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ کو بعد نماز عشاء مسجد نبوی کی مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوکر آپ نے اپنا پہلا درس دیا۔

ایک حدیث کے عالم کے لیے اس دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہوسکتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی مبارک مسجد میں اسے حدیث پڑھانے کا موقع ملے۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے دروس کا البم مسجد نبوی کی صوتی لائبریری میں محفوظ ہے، جو شخص بھی اس کو حاصل کرنا چاہے ایک ڈی وی ڈی یا اسی کے حجم کا پین ڈرائیو جمع کرکے حاصل کرسکتا ہے، آپ کے دروس کو جو بھی سنے گا اسے ان میں ایک باکمال مدرس، ماہر فن محدث، اہل حدیث فقیہ او رمحتاط مفتی کی شخصیت نظر آئے گی، ہمارے ممدوح ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ ان مدرسین میں سے نہیں تھے جو اپنے درس میں بھیڑ اکھٹا کرنے کے لیے کوشاں و پریشان رہتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کے بعض خاص شاگردوں نے جب کبھی آپ سے یہ درخواست کی کہ درس کا وقت مغرب کے بعد کردیا جائے کیونکہ عشاء کے بعد کا وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے طلبا کے لیے موزوں نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ کے بہت سارے طلبا آپ کے درس میں شریک نہیں ہو پاتے ہیں کیونکہ جامعہ کی بسیں عشاء کے فورا بعد نکل جاتی ہیں، لہٰذا طلبہ جامعہ کے لیے آپ کے درس میں شریک ہونا اور اپنے طور پر ٹیکسی کرایہ پر لے کر جامعہ لوٹنا مشکل ہوتا ہے، تو ہمیشہ آپ کا یہی جواب رہا کہ میرا درس تشنگان علم حدیث کے لیے ہے اور جس کو علم کی تشنگی ہوگی وہ میرے درس میں حاضر ہوگا، نیز یہ کہ میں اگر درس کا وقت مغرب کے بعد کردیتا ہوں تو اس میں عام حجاج و معتمرین بھی شریک ہوں گے اور ان کو میرے درس سے کیا حاصل ہوگا؟ سوائے اس کے کہ خواہ مخواہ کی بھیڑ ہوگی!!!

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کا مذکورہ جواب مجھے کوفہ کے مشہور محدث اعمش رحمہ اللہ کا وہ واقعہ یاد دلاتا ہے، جس کو امام ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں ذکر کیا ہے۔ امام ذہبی رقم طراز ہیں: ''کہ سفیان بن حسین بیان کرتے ہیں کہ اعمش رحمہ اللہ کسی دیہات کی طرف نکلے تو کچھ دیہاتی آپ کے پاس آئے اور حدیث سنانے کے لیے اصرار کرنے لگے، چنانچہ آپ کے ساتھیوں نے آپ سے عرض کیا: لو حدثت هؤلاء المساكين کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ان بے چاروں کو کچھ حدیثیں سنا دیتے؟ تو اعمش رحمہ اللہ نے جواب دیا: من يعلق الدر على الخنازير؟ یعنی سور کی گردن میں موتیوں کا ہار کون لٹکائے گا؟'' دیکھیں: سیر اعلام النبلاء: (۲۳۰/۶)۔

اس طرح کے اقوال علماء سلف میں دوسرے لوگوں سے بھی منقول ہیں، جیسے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام مالک بن انس رحمہ اللہ وغیرہ دیکھیں: المحدث الفاصل از رامہرمزی (ص: ۵۷۴) والجامع لاخلاق الراوی از خطیب (۳۲۹/۱)

بلکہ امام مالک رحمہ اللہ کا یہاں تک کہنا ہے کہ: من اهانة العلم أن تحدث كل من سألك، یعنی ہر کس و ناکس کے مطالبہ پر حدیث بیان کرنا علم کی بے حرمتی ہے۔' دیکھیں: الجامع لاخلاق الراوی از خطیب (۲۰۵/۱)

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے مسجد نبوی کی مسند تدریس پر سات سال تک درس دیا، اور اس دوران آپ نے جو کتابیں پڑھائیں وہ بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں، اب چلیے نظر ڈالتے ہیں کہ وہ کونسی کتابیں ہیں جن کو ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے مسجد نبوی کی تدریس کے لیے اختیار کیا تھا، نیز یہ کہ ان کتابوں کی تدریس میں ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے کیا طریقہ اختیار کیا تھا؟

۱۔ صحيح البخاري: صحیح بخاری کی عظمت واہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ قرآن کریم کے بعد روئے زمین کی سب سے صحیح اور مستند کتاب ہے، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے مورخہ ۱۴/ ذی القعدہ ۱۴۳۵ھ کو اس کتاب کی تدریس کا آغاز کیا، اور یہ سلسلہ ۹۸ مجلسوں تک جاری رہا یہاں تک کہ ۲۸ صفر ۱۴۳۷ھ کو اس کی تدریس سے فارغ ہوئے۔

رہی بات اس کتاب کے طریقہ تدریس کی تو آپ نے اپنے پہلے ہی درس میں یہ واضح کردیا تھا کہ تفصیلی طور پر میں اس کی شرح نہیں کروں گا کیونکہ اس کے لیے طویل وقت درکار ہے اور ہمارے پاس وقت کم ہے، البتہ اگر عمر نے یاوری کی اور اللہ تعالی نے صحت وعافیت کے ساتھ رکھا تو دوسری دفعہ ہم اس کو قدرے تفصیل سے پڑھیں گے، اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ: ''اس کو یوں سمجھو کہ جیسے قرآن کا پڑھنے والا پہلے ناظرہ پڑھتا ہے پھر اس کو حفظ کرتا ہے اور اس کے بعد اس کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، بالکل اسی انداز پر ہم چلیں گے کہ پہلی قراءت سرسری طور پر ہوگی دوسری قدرے تفصیلی اور تیسری قراءت بالتفصیل اور ہر ہر مسئلے کی وضاحت کے ساتھ''۔

ہاں یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس کتاب کی تدریس ''قراءة على الشيخ'' کے طریقہ پر تھی یعنی ایک طالب علم قراءت کرتا اور آپ سماعت فرماتے اور جہاں کہیں وضاحت کی ضرورت محسوس کرتے وضاحت کرتے، نیز درس کے آخر میں طلبہ کے اعتراضات وسوالات کا جواب دیتے تھے۔

۲۔ صحيح مسلم: صحیح مسلم کی اہمیت وعظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ صحیح اور مشہور قول کے مطابق یہ صحیح بخاری کے بعد روئے زمین کی سب سے صحیح اور مستند کتاب ہے، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے مورخہ ۳۰/ ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ کو اس کتاب کی تدریس کا آغاز کیا اور مورخہ ۲۶/ شعبان ۱۴۴۰ھ کو اس کتاب کی تدریس سے فارغ ہوئے، اس کتاب کو ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے ۵۴ مجلسوں میں پڑھایا اور اس کی

تدریس میں آپ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو صحیح بخاری کی تدریس میں اختیار کیا تھا۔

۳۔سنن ابوداؤد: سنن ابوداؤد کی عظمت اور اہمیت کے لیے یہی کافی ہے کہ یہ کتاب بالاتفاق اصول ستہ (یعنی حدیث کی چھ بنیادی کتابوں) میں سے ایک اور جماہیر علماء کے نزدیک صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد سب سے زیادہ مستند اور صحیح کتاب ہے، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے مورخہ ۳/محرم ۱۴۴۱ھ کو اس کتاب کی تدریس کا آغاز کیا اور مورخہ ۹/رجب ۱۴۴۱ھ کو اس کا آخری درس دیا تھا، کتاب الطہارۃ کے اکثر ابواب آپ ختم کر چکے تھے، اس کتاب کی تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک طالب علم عبارت خوانی کرتا تھا اور ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ حدیث کی سند میں جو راوی ہوتے ان پر فردا فردا کلام کرتے پھر حدیث پر حکم لگاتے بعدہ مشکل الفاظ کی شرح کرتے اور سب سے اخیر میں حدیث سے فقہی احکام کا استنباط کرتے، اور درس کے اختتام پر طلبہ کے سوالات اور اعتراضات کا جواب دیتے، چونکہ سنن ابوداؤد کی کوئی ایسی شرح نہیں ہے جس میں اس کتاب کی احادیث پر سند اور متن کے لحاظ سے فردا فردا تفصیلی گفتگو کی گئی ہو اس لیے ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اس کتاب کی تفصیلی شرح لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے، بلکہ کتاب کا جو حصہ انہوں نے پڑھایا تھا اس میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا تھا اور اس حصے کی شرح بھی انہوں نے کتابی شکل میں تیار کر لی تھی، لیکن

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

۴۔الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث: اس کتاب کے مصنف حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ہیں، انہوں نے اس کتاب کو مقدمہ ابن الصلاح سے مختصر کیا ہے، اس کتاب میں ابن الصلاح سے اگر کوئی کمی ہوئی ہے تو اس کی تلافی کی ہے اور جابجا اس پر تنبیہ بھی کی ہے، یہ کتاب فن اصول حدیث میں بڑی اہمیت کی حامل ہے، ڈاکٹر صاحب نے مورخہ ۱۳/ربیع الاول ۱۴۳۵ھ کو اس کتاب کی تدریس کا آغاز کیا اور اس کے منتخب (چیدہ) ابواب کو ۳۳ مجلسوں میں پڑھایا، اور مورخہ ۲۴ شعبان ۱۴۳۶ھ کو کتاب کی تدریس سے فارغ ہوئے، اس کتاب کی تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک طالب علم عبارت خوانی کرتا اور ڈاکٹر صاحب سماعت فرماتے، جہاں ڈاکٹر صاحب شرح وتوضیح کی ضرورت محسوس کرتے تفصیلی طور پر شرح وتوضیح کرتے تھے اور درس کے اخیر میں طلبہ کے اعتراضات وسوالات کا جواب دیتے۔

۵۔مقدمة الجامع الكامل : یہ مقدمہ ڈاکٹر صاحب کی خود کی تصنیف ''الجامع الکامل فی الحدیث الصحیح الشامل'' سے ماخوذ ہے جس کو انہوں نے چودہ سال کی مسلسل محنت اور جانفشانی سے تیار کیا تھا، یہ مقدمہ طالبان علوم حدیث کے لیے بڑا نافع ومفید ہے، مورخہ ۴/شعبان ۱۴۳۶ھ کو ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ نے اس مقدمہ کے بعض اہم حصوں کی تشریح وتوضیح کی، اس مقدمہ کی تدریس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک طالب علم عبارت خوانی کرتا تھا اور شیخ سماعت فرماتے تھے اور جہاں شرح وبسط کی ضرورت محسوس کرتے تھے وہاں شرح وبسط کرتے تھے۔

اب چلیے نظر ڈالتے ہیں کہ آپ کی تدریس کے بارے میں آپ کے شاگردوں کے کیا تاثرات ہیں: میرے عزیز اور ڈاکٹر محمود ناصر یمنی نے آپ کی تدریس کے سلسلے میں اپنا تاثر ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

كان الشيخ رحمه الله عالما محدثا له اجتهادات فى علمي الحديث رواية ودراية، وكان ذا خلق جم غفير فهو كالأب لطلابه، رحيم رفيق بهم، لا يكل ولا يمل فى اعادة شرحه بعد الدرس لأجل أن يفهم ما استشكل، واذا اجتهد فى مسئلة لا الدرس لأجل أن يفهم ما استشكل، واذا اجتهد فى مسئلة لا يتعصب لرأيه، بل يقول: هذا ما أدانى اليه اجتهادى، وله نكت وفوائد فى أثناء درسه تطرب الطالب أثناء تلقيها، وكان عليه سمت العلماء والصالحين.

شیخ رحمہ اللہ بلند پایہ عالم ومحدث تھے، علم حدیث کے دونوں میدانوں روایت اور درایت میں آپ کے اپنے اجتہادات تھے، آپ بڑے اخلاق مند اور طلبہ کے لیے باپ کے مانند شفیق ومہربان تھے، اگر کسی طالب علم کو کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی ہو اور درس ختم ہونے کے بعد بھی اگر وہ شیخ سے تکرار درس کی درخواست کرتا تو آپ شرح صدر کے ساتھ اسے قبول فرماتے اور ناگواری کا اظہار کیے بنا اس کا اعادہ اور تکرار کرتے، اور کسی مسئلے میں جب اپنی کوئی رائے پیش کرتے تو اس کے لیے متعصّبانہ رویہ اختیار نہ کر کے یوں کہتے: ''میرے علم کی حد تک صحیح بات یہ ہے'' تدریس کے دوران بسا اوقات آپ ایسے عمدہ نکتے اور قیمتی باتیں پیش کرتے کہ طلبا جھوم جھوم جاتے، اور آپ نیکوکاروں اور عالموں کی صفات سے متصف تھے۔''

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے دوسرے شاگرد عبدالقادر عمر فلسطینی کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے درس کو دوسروں سے جو چیز ممتاز کرتی تھی وہ آپ کا آسان اسلوب اور سلیس عبارتوں کا استعمال تھا، آپ اپنے شاگردوں کو سنت کو لازم پکڑنے کی ترغیب دلاتے رہتے اور ہجران سنت پر تنبیہ کرتے رہتے تھے، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ صحابہ کرام ﷺ کا بڑا احترام کرتے تھے، خاص طور سے وہ صحابہ کرام جو حفاظ حدیث ہیں اور اخص الخاص طور پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تو حد درجہ احترام آپ کے یہاں پایا جاتا تھا، ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ اسانید کے ذکر کا بھی بڑا اہتمام کرتے تھے، اور آپ صرف کتاب کی شرح کرنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ درس میں شریک طلبہ کو اپنے اوقات نفع بخش کاموں میں صرف کرنے پر ابھارتے اور بطور خاص علوم سنت میں تصنیف وتالیف کرنے اور لوگوں کی توجہ اس جانب مبذول کرانے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب کے تیسرے شاگرد صابر حسین سلفی (طالب ایم اے مدینہ یونیورسٹی نے اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:)

ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کے درس میں حاضر ہونے والا شخص سنت سے آپ کی محبت واحترام کا بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا، آپ کے درس کا انداز یہ تھا کہ آپ کا ایک شاگرد عبارت خوانی کرتا اور جب عبارت مکمل ہو جاتی تو شیخ رحمہ اللہ بالکل دھیمے لب ولہجہ مگر متمکن انداز میں اپنے علمی لعل وگہر لٹانا شروع کرتے، چونکہ آپ کا تخصص اصول حدیث تھا بنابریں سند اور سند کے رجال پر آپ کا کلام بہت ہی دقیق اور علمی ہوتا تھا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ آپ کے درس کی ایک امتیازی اور انفرادی خصوصیت تھی۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی ان جملہ کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور انہیں ان کی مغفرت اور رفع درجات کا سبب بنائے۔ آمین

اسی کو تھام کر ہوتی ہیں قومیں سر بلند، اعلیٰ

کلام اللہ ہے قرآن ، یہ ایمان ہے میرا
کتاب اللہ ہے وہ اور موجب ایقان ہے میرا

ہوا نازل محمدؐ پر ، اسے روح الامیں لائے
وہ ہادی اور مہدی ہے ، یہی ایمان ہے میرا

وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی ہے ہادی اقوم
اسی پر جان دیتے ہیں ، وہی اذعان ہے میرا

وہی احسن ، وہی اصدق ، حدیث پاک ہے قرآں
وہی شافع ، شفا بحکم رب ، قرآن ہے میرا

یہی غار حراء ہے جس میں حضرت چڑھ کے آتے تھے
وہیں پہلی وحی نازل ہوئی ، ایمان ہے میرا

پڑھا حضرت نے اس کو اور پڑھایا ساری امت کو
نصیبہ ور ہیں ہم ، پڑھنا پڑھانا مان ہے میرا

وہی ہے سب سے بہتر جو پڑھاتا ہے کتاب اللہ
جو پڑھتا ہے وہ ہے بہتر، یہی ایقان ہے میرا

پڑھیں ہم بھی تدبر سے ، تفکر سے ، تمعن سے
اسی پر عمل پیرا اور فدا تن جان ہے میرا

قیامت میں شفاعت جب کہ ہو وے گی بڑی مشکل
پڑھو سبقت سے اس کو ، شافع واں قرآن ہے میرا

وہ 'زہراوین' بقرہ ، آل عمراں کو پڑھو پیہم
وہی تو پیش رب بس حجت و برہان ہے میرا

ملا 'نورین' کا بشری مبارک آپ ہی کو ہے
اواخر سورہ بقرہ ، فاتحہ ذیشان ہے میرا

کسی نے پڑھ لیا قرآں کا یک حرف تہجی بھی
تو دسیوں نیکیوں کا ہوگیا فیضان ہے میرا

شیاطینِ جن و انسان کی کثرت تو ہے ہر سو
رفیق سفرہ بررہ ، ماہر قرآن ہے میرا

پڑھے قرآں کو جو ہجے ، اٹک جائے تلاوت میں
ملے دُہرا اجر اس پر ، مہر شیخان ہے میرا

تلاوت کو کرو لازم ، عمل اس پر کرو ہر دم
یہی دربار رب میں باوزن میزان ہے میرا

اسی کو تھام کر ہوتی ہیں قومیں سربلند ، اعلیٰ
اسی کو چھوڑ کر درماندگی عنوان ہے میرا

قیامت میں بھی رسوا ہو ہی جائے تارک قرآن
نبی شکوہ کریں گے رب! یہ نافرمان ہے میرا

اسے امت نہیں پڑھتی ، نہ بنتی عالم و عامل
مرے رب امتی یہ تارک قرآن ہے میرا

خدا نے آج تک دی ہی نہیں ہے نعمت عظمیٰ
بجز قرآن کے چیزے دیگر ، ایمان ہے میرا

اسے دنیا و عقبیٰ میں تو رفعت مل ہی جائے گی
کہ جس نے کہہ دیا پڑھنا پڑھانا شان ہے میرا

بہت مہتم ، مبارک ماہ میں نازل ہوا قرآن
وہی ماہِ صیام و صبر ہے ، رمضان ہے میرا

اسی فتح مبیں کے ماہ میں اقرا ہوا نازل
اسی پیغام حق کو عام کر ، ریحان ہے میرا

اسی علم وہنر اور دین کے پیغام کو لے کر
پھریں ہم وشو میں پیہم ، یہی اعلان ہے میرا

قدر تم اس کی کیا جانو ، قدر کی شب ہی ایسی ہے
ہزاروں شب سے بہتر ہے ، کہا رحمان ہے میرا

کیا شئی ہے یہ عقبیٰ ، عظمت قرآن کیا کیا ہے
قدر کی رات میں نازل ہوا قرآن ہے میرا

الٰہی بخش دیجو! عاصی و عامی بڑا ہوں میں
تیرا ہے آسرا اور شافع قرآن ہے میرا

پڑھو قرآن کو اصغؔر ، تدبر بھی کرو اس میں
بنایا رب نے اس کو باعث عرفان ہے میرا

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

رکن شوریٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند اور مشہور سماجی شخصیت جناب عبدالوہاب صاحب کا انتقال پُر ملال

دہلی: ۲؍ستمبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے مرکزی جمعیت کے موقر رکن شوری، صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان کے نائب ناظم اور جماعت وجمعیت اور ملت کے بڑے ہی مخلص ومحنتی خادم اور معروف سماجی شخصیت جناب عبدالوہاب صاحب (جئے پور، راجستھان) کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو جماعت وملت کا خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مرحوم بڑے خلیق وملنسار اور منکسر المزاج، غیور ومحبّ اورفدائے جمعیت وملت تھے۔اورجے پور میں سرخیل جماعت کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔آپ کی کوششوں اور کاوشوں سے جماعت کے بہت سے اہم کام انجام پائے۔وہاں کی سب سے بڑی جامع مسجد اورمدرسہ واقع چاردروازہ کی زمین کی خریداری کے سلسلے میں ہمیشہ کوشاں رہے اورمرکزی جمعیت کے آرگنس کے ذریعہ اس کے تعاون کے لیے مسلسل ذمہ داران سے اتصال میں رہے۔اس سلسلے میں وہاں کے احباب جماعت کے ساتھ ساتھ آپ مرحوم، معروف عالم دین مولانا عبدالحیٔ اصلاحی حفظہ اللہ سابق امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان اور ناظم اعلیٰ صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان جناب عبدالحفیظ صاحب وغیرہم کی انتھک کوششیں فراموش نہیں کی جاسکتیں۔آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہنداورصوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان کے وفود کا جہاں والہانہ استقبال اورضیافت کرتے تھے وہیں ادنی مناسبت سے بھی پیرانہ سالی کے باوجود دہلی تشریف لاتے تھے اور مرکز کی زیارت اور ذمہ داران سے ملاقات کرکے بہت خوش ہوتے تھے۔ابھی چند ماہ قبل کسی تقریب کی مناسبت سے چندعوارض، پیرانہ سالی اور وقت کی تنگ دامانی کے باوجود مرکزی دفتر حاضر ہوئے، مرکز کی شاندار عمارت کو دیکھ کر بہت ہمت افزائی فرمائی، ڈھیر ساری دعائیں دیتے رہے، اورشدت جذبات سے آپ پر وارفتگی طاری ہوگئی۔کچھ مہینوں پہلے جے پور کی جامع مسجد واقع چاردروازہ کی توسیع کے افتتاح کے موقع سے مرکزی وصوبائی جمعیت کے وفد کی جس قدر پذیرائی کی اوراحباب جماعت سے ملاقات کرانے اورضیافت کا حق ادا کرکے خوش ہونے کی جو کیفیت تھی وہ آپ کے اخلاق عالیہ اورایماندار ودیندار ہونے کی ایک اوراعلیٰ مثال ہے۔اللہ بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

پریس ریلیز کے مطابق کچھ دنوں پہلے ان پر فالج کا اٹیک ہوا تھا اوران کو جئے پور اسپتال میں ایڈمٹ کیا گیا تھا اور مرکزی وصوبائی جمعیات اہل حدیث نے ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل بھی کی تھی۔لیکن صحت بحال نہ ہوسکی۔اللہ کی مرضی تھی کہ انہیں اپنے پاس بلالے۔مرضی مولی از ہمہ اولی اور وہ طویل علالت کے بعد گزشتہ شب کے ایک بجے بعمر تقریبا ستر سال داعی اجل کو لبیک کہ گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔ان کی تدفین بعد نماز ظہر گھاٹ گیٹ قبرستان، جے پور، راجستھان میں عمل میں آئی۔پسماندگان میں اہلیہ، دو بیٹے عبدالخالق شہاب صاحب اورشاداب صاحب اور تین بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔جوسب آپ ہی کی طرح غیور، جماعتی حمیت سے سرشار اورآپ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔اللہ ان کی مغفرت فرمائے، جنۃ الفردوس میں مقام عطا کرے، پسماندگان ومتعلقین اورخویش و اقارب کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے اور جمعیت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔آمین

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ذمہ داران نے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی ہے اوران کے اہل خانہ ودیگر پسماندگان اورصوبائی اورضلعی جمعیات اہل حدیث کے متعلقین سے تعزیت کی ہے۔

سیمانچل بہار کے بزرگ عالم دین استاذ الاساتذہ مولانا محمد سعید ندوی صاحب کا سانحہ ارتحال

نئی دہلی: ۳؍ستمبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے سیمانچل بہار کے بزرگ عالم دین، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن شوری، ضلعی جمعیت اہل حدیث کٹیہار بہار کے سابق ناظم وامیر اورقدیم تعلیمی وتربیتی ادارہ مدرسہ اصلاحیہ سیماپور کٹیہار کے سابق پرنسپل استاذ الاساتذہ مولانا محمد سعید ندوی صاحب کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو تعلیمی وتربیتی میدان کا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے فرمایا کہ مولانا محمد سعید ندوی صاحب نہایت نفیس، باوقار، سنجیدہ شخصیت کے مالک اور باعمل، خلیق وتواضع اورغیور عالم دین تھے۔انہوں نے مدرسہ اصلاحیہ سیماپور کٹیہار، دارالعلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو، جامعہ اسلامیہ سلفیہ عبداللہ پور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ وغیرہ معروف ترین دینی وتعلیمی اداروں میں مولانا ابوبکر ہارونی، مولانا مصلح الدین اعظم گڑھی، مولانا احمد اللہ رحمانی، مولانا حبیب الرحمٰن فیضی، صاحب مصباح اللغات مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، مولانا رابع حسنی

ندوی، مولانا عبدالماجد ندوی پٹنوی وغیرہ اکابر علماء سے اکتساب فیض کیا اور پوری زندگی نسل نو کی تدریس وتعلیم میں گزاردی۔اور مسلسل چھ دہے تک کئی نسلوں نے ان کے آگے زانوئے تلمذتہہ کیا۔حتی کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سیمانچل بہار کے خال خال علماء ہی ہوں گے جن کوان کی شاگردی کا شرف حاصل نہ ہوا ہو۔مولانا نے مادرعلمی مدرسہ اصلاحیہ سیماپور کے علاوہ مدرسہ مظہر العلوم بٹنہ مالدہ، مدرسہ اصلاح المسلمین چتوریہ، مدرسہ دارالہدی کھوراگاچھ اررریہ، جامعہ عائشہ للبنات اور جامعۃ الامام البخاری کشن گنج وغیرہ متعدد مدارس وجامعات میں تدریس کے ساتھ ساتھ جمعیت کے مختلف مناصب پر فائز ہوکر علاقے میں جمعیت وجماعت اور ملت کی بڑی خدمات انجام دیں۔علاوہ ازیں آپ نے چند کتابیں بھی لکھیں اور بعض کتابوں کے ترجمے بھی کیے جن میں ایمان فروش اور دہشت گردی اور تاریخ مذاہب میں اس کی مختلف شکلیں قابل ذکر ہیں۔

پریس ریلیز کے مطابق مولانا چند ہی دنوں پہلے مبتلائے ٹائی فائڈ بخار ہوئے تھے اور آج قضائے الٰہی سے بوقت ۹/بجے صبح بعمر تقریباً 85سال اررریہ میں راہی ملک بقا ہوگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آج ہی اررریہ بہار میں بعد نماز عصر ان کی تدفین عمل میں آئی۔پسماندگان میں تین صاحب زادے پروفیسر ڈاکٹر مسعود عالم صاحب، منصور عالم صاحب اور نسیم اختر صاحب اور متعدد پوتے پوتیاں ہیں۔اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان کو صبر وسلوان عطا کرے۔اور جماعت وجمعیت کوان کا نعم البدل عطافرمائے، آمین یارب العلمین

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ذمہ داران نے بھی مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کی ہے اور ان کے اہل خانہ ودیگر پسماندگان اورصوبائی اور ضلعی جمعیات اہل حدیث کے متعلقین سے تعزیت کی ہے۔صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار اور ضلعی جمعیت اہل حدیث کے ذمہ داران شریک تجہیز وتدفین ہونے کے لئے اررریہ روانہ ہوچکے ہیں۔

ایک اور عظیم شخصیت جناب حکیم اجمل خاں صاحب کا سانحۂ ارتحال

نئی دہلی: ۸/ستمبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق ناظم اور مجلس عاملہ وشوریٰ کے سابق رکن، شمالی ہند کی قدیم ومعروف دینی وتربیتی درسگاہ جامعہ سلفیہ شکراوہ میوات اور مدرسۃ البنات شکراوہ میوات کے صدر، مجلّہ اہل حدیث میوات کے مدیر وسرپرست، متعدد کتابوں کے مؤلف، ممتاز اہل قلم وصحافی، حاذق وماہر طبیب اور ملک وملت اور جماعت کی اہم شخصیت حکیم اجمل خاں صاحب کے انتقال پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اوران کی موت کو ملک وملت اور جماعت کا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے فرمایا کہ حکیم اجمل خاں صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی خوبیوں سے نوازا تھا، انہوں نے متعدد اداروں سے وابستہ ہوکر اپنے مخصوص انداز میں ملک وملت اور جماعت کی خدمت کی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے بھی جماعت وجمعیت کی ایک زمانہ میں بڑی خدمات انجام دیں۔پریس ریلیز کے مطابق ایک زمانہ میں احباب جماعت کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اپنی ذاتی ملکیت پر مبنی دفتر نہ ہونے کا شدت سے احساس ہوا اور اس کے لیے تگ ودو شروع ہوئی اور اس وقت کے ذمہ داران ڈاکٹر سید عبدالحفیظ سلفی رحمہ اللہ اور حافظ محمد یحیٰ دہلوی حفظہ اللہ وغیرہم کی انتھک کوششوں اور بے پناہ اخلاص کے صلہ میں اوکھلا میں ایک بڑی قطعہ اراضی مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے نام سے خرید لی گئی جو آج اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا کے نام سے معروف ومشہور ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور سابق امیر حافظ محمد یحیٰ دہلوی صاحب حفظہ اللہ، موجودہ امیر اور اس وقت کے ناظم عمومی مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی ودیگر ذمہ داران کی کوششوں سے عالیشان مسجد اور متعدد عمارتیں کھڑی ہیں اور آج بھی کروڑوں کا ایک عظیم الشان پروجیکٹ زیرتعمیر ہے۔یہ عجب اتفاق ہے کہ جن دنوں یہ زمین خریدی جارہی تھی جمعیت وجماعت کے دیگر بزرگوں اور ذمہ داروں نے ایک دوسری زمین اردو بازار جامع مسجد میں جمعیت کے لیے خریدنے کی کوشش کی اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دفتر کے لیے وہ جگہ بھی اس وقت کے امیر جمعیت مولانا عبدالوحید سلفی رحمہ اللہ اور نائب امیر جمعیت مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ وغیرہم کی کوششوں سے کچھ ہی مدت بعد خرید لی گئی جو آج اہل حدیث منزل کے نام سے مشہور ہے اور جس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا صدر دفتر قائم ہے اور جس پر امیر جمعیت مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی اور دیگر ذمہ داران نے احباب جماعت وجمعیت کی توجہ وعنایت سے عظیم الشان تین منزلہ عمارت کھڑی کردی ہے کیوں کہ قدیم ترین عمارت بوسیدگی کی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔مرکزی جمعیت کے لیے اس زمین کو خریدنے اور اس میں جمعیت کا دفتر قائم کرنے میں اس زمانے میں جو کوششیں محترم جناب حکیم اجمل خان صاحب مرحوم نے صرف کیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔آپ کے اس کارنامے کو جمعیت کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اسلاف، ذمہ داران اور بزرگوں کوان کارناموں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے اورانہیں جنت الفردوس کا مکین بنائے۔آمین

پریس ریلیز کے مطابق حکیم صاحب مرحوم نے مختلف ادوار میں جمعیت کی فلاح وبہبود کے لیے نیک مشورے دیئے خصوصاً جماعت کی نشاۃ ثانیہ کا جو دور 2001سے شروع ہوا اور جس میں دعوت وتبلیغ، طباعت کتب ورسائل، تعمیرات، صحافت واعلام، تحقیق وتصنیف، انعقاد موتمرات وندوات وسیمینار وسمپوزیم، قیام اوقاف دیگر ملی، ملکی اور عالمی تعلقات کی استواری، سماجی ورفاہی خدمات اور دیگر بہت سے میدانوں میں جب جمعیت نے نمایاں اور ممتاز کارنامے انجام دیئے اور اس راہ میں مشکلات اور رکاوٹیں آنی شروع ہوئیں تو حکیم صاحب نے بھی بارہا بڑی ہمت افزائی کی اور بعض دفعہ خود آگے بڑھ کر رکاوٹوں کو دور کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا جس کی جمعیت ممنون کرم ہے۔انسان کی زندگی میں مختلف نشیب وفراز آتے رہتے ہیں۔حکیم صاحب بھی ایک انسان تھے۔بہت سے حسنات اور بہتر اعمال وکردار کے

ساتھ فروگزاشتیں بھی یقیناً سرزد ہوئی ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے۔ بہر حال ان کی بڑی شخصیت تھی جس سے آج ہم محروم ہوگئے۔

امیر محترم نے مزید کہا کہ حکیم صاحب کو جماعتی غیرت بھی ورثے میں ملی تھی اور معروف معنی میں گو وہ بہت بڑے عالم، متقی اور صاحب جبہ و دستار نہ تھے مگر کتاب وسنت اور منہج سلف کی حمیت اور حمایت کا جذبہ فراواں لیے ہوئے تھے۔ انہی بنیادوں پر انہوں نے دفاع کتاب وسنت اور منہج سلف پر متعدد کتابیں مرتب کیں اور انہیں شائع بھی فرمایا۔ جماعتی تاریخ سے بھی ان کو گہرا لگاؤ تھا اس لیے اس سلسلہ میں ان کی نگارشات بعض فروگزاشتوں سے قطع نظر اہم ہیں۔ انہوں نے صحیح فکر کی نشر واشاعت اور ترویج کتاب وسنت کے لیے دارالکتاب کے نام سے ایک مکتبہ بھی قائم کر رکھا تھا جس سے وہ ایک مدت تک منسلک رہ کر دہلی میں مقیم رہے۔ آپ کے والد ماجد ایک بڑے عالم، مدبر و منتظم اور حاذق و ماہر طبیب اور لائق و فائق مدرس و مربی تھے۔ آپ نے ان کے طب وحکمت کے بہت سے نسخے کو اپنا کر خلق الٰہی کو بیحد فائدہ پہنچایا اور اسے ذریعہ معاش بھی بنایا۔ آپ کے بھی بعض نسخے بہت خصوصیات کے حامل مانے جاتے ہیں۔ اسی لیے آپ کا مطب بہتوں کے لیے مرجع و مصدر بنا ہوا تھا جس میں آپ ماضی قریب میں بھی علالت سے قبل باضابطہ بیٹھتے تھے جس سے لوگوں کو کافی فائدہ پہنچتا تھا۔

امیر محترم نے کہا کہ ایک لمبی مدت تک حکیم صاحب نے ہریانہ کی عظیم وقدیم درسگاہ جامعہ سلفیہ شکراوہ کی سرپرستی اور صدارت بھی کی اور تادم واپسیں اس کی خدمت کرتے رہے۔ بعد کے ادوار میں ہریانہ کا یہ مرکز تعلیم وتربیت اور مرکز افتاء وارشاد اپنے عہد شباب اور دور اول کے معیار پر قائم نہ رہ سکا کیوں کہ اداروں کی زندگی میں بھی اتار وچڑھاؤ آتے رہتے ہیں اور وہ تعمیر وترقی، انحطاط وتنزل اور عروج وزوال کے شکار ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کے دور میں یہ مرکزی ادارہ بھی اپنی سابقہ حالت پر برقرار نہ رہ سکا لیکن تعلیم نسواں کے اضافہ کے ساتھ دیگر تعلیمی سلسلے بھی کسی نہ کسی شکل میں جاری وساری رہے۔ امید ہے کہ شکراوہ کا یہ دارالعلوم اللہ کی توفیق سے پھر مرکز علم وفن بن کر شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار شکراوی، شیخ الحدیث مولانا داؤد راز، شیخ الحدیث علامہ حکیم عبدالشکور وغیرہم رحمہم اللہ کے دور عروج کی طرف پھر رواں دواں ہوگا۔

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

پریس ریلیز کے مطابق حکیم اجمل خاں صاحب جماعت کی معروف دینی وعلمی شخصیت معروف معالج وعالم دین علامہ حکیم عبدالشکور شکراوی رحمہ اللہ کے فرزند تھے۔ آپ کی پیدائش میوات ہریانہ کے نیمکا گاؤں میں ۱۹۳۶ء میں ہوئی تھی۔ سرکاری اسکول میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد بقول بعض جامعہ سلفیہ شکراوہ میں داخلہ لیا اور اپنے والد ماجد اور شارح بخاری علامہ داؤد راز رحمہ اللہ ودیگر اساتذہ سے اکتساب فیض کیا اور طب یونانی میں بھی درک حاصل کیا۔ فراغت کے بعد علاقائی سطح پر دینی وملی اور بعض سیاسی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد ۱۹۶۱ء میں جامعہ سلفیہ شکراوہ کے صدر بنائے گئے۔ شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے اخبار اہل حدیث جس کی نشاۃ ثانیہ ان کے والد حکیم عبدالشکور صاحب نے مجلّہ اہل حدیث کے نام سے کی تھی اس کے آپ ۱۹۷۸ء سے تاحال ایڈیٹر رہے۔ آپ نے متعدد کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں سے اکثر تاریخ میوات سے متعلق ہیں۔ مثلاً تاریخ میو کھشتری، مہابھارت میواتی سعد اللہ خان، رہبر میوات چودھری محمد یسین خان، میوات کے سوتنتر تا سینانی، جنگ آزادی اور میوات، میواتی ادب وغیرہ۔ آپ ادھر کافی دنوں سے علیل تھے۔ کچھ دنوں تک نئی دہلی میں زیر علاج رہے۔ لیکن صحت یاب نہ ہوسکے۔

امیر محترم نے کہا کہ ہم نے متعدد بار ان کی عیادت وبیمار پرسی کی اور ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل بھی کی گئی۔ امیر محترم نے کہا کہ حکیم صاحب کی عیادت کے موقع پر دوران مصافحہ انہوں نے ایسے نیک جذبات کا اظہار فرمایا اور کچھ ایسی باتیں عرض کیں کہ جنہیں سن کر وہاں موجود صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے ذمہ داران سمیت تمام ارکان وفد اور علماء دنگ اور حیرت زدہ رہ گئے جبکہ میں ذاتی طور پر ان کی عظمت کا اس طور پر بھی قائل ہوگیا۔ افسوس کی بات ہے کہ حکیم صاحب کل شام بوقت مغرب بعمر تقریباً ۸۵ سال داعئ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔

پریس ریلیز کے مطابق ان کی تدفین آج صبح نو بجے آبائی وطن شکراوہ میوات میں عمل میں آئی۔ جس میں بہت سے معززین جماعت اور علماء کے علاوہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر، ناظم عمومی اور متعدد کارکنان کے ساتھ ساتھ صوبائی و ضلعی جمعیات اہل حدیث ہریانہ کے ذمہ داران ومتعلقین نے بھی بڑی تعداد میں شرکت فرمائی۔ حکیم صاحب کے پسماندگان میں اہلیہ، تین صاحبزادے محمد جاوید، محمد نظر اور محمد عابد، داماد مولانا نواب احمد سلفی اور تین صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ خدمات کو قبول کرے۔ بشری لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے اور جمعیت وجماعت اور جامعہ سلفیہ شکراوہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دیگر ذمہ داران وارکین اور کارکنان نے بھی حکیم صاحب کے انتقال پر پسماندگان سے دلی تعزیت کی ہے اور ان کی مغفرت اور بلندئ درجات کے لیے دعاگو ہیں۔

ملک وملت کی بزرگ ترین شخصیت اور مرکزی جمعیت کے سابق نائب امیر مولانا عبدالحی اصلاحی کا سانحۂ ارتحال

دہلی: ۱۰؍ستمبر ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے جماعت اہل حدیث کی بزرگ ترین شخصیت، معروف عالم دین اور سابق نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند مولانا عبدالحی اصلاحی کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان

کی موت کو جماعت وجمعیت نیز ملک وسماج کا عظیم خسارہ قرار دیا ہے جو گزشتہ شام دینی ،دعوتی، تنظیمی اور سماجی خدمات سے بھرپور زندگی گزار کر طویل علالت کے بعد تقریبا ایک سو پانچ سال کی عمر میں وطن مالوف کھنڈیلہ، راجستھان میں اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

امیر محترم نے کہا کہ مرحوم ۱۹۱۵ء میں صوبہ راجستھان کے مردم خیز قصبہ کھنڈیلہ میں ایک دیندار اور موحد خاندان میں پیدا ہوئے اور خالص دینی وعلمی ماحول میں نشوونما پائی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں کے مکتب میں حاصل کی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ ''مصباح العلوم'' کھنڈیلہ میں داخل ہوکر شیخ الحدیث مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ان سے فارسی، نحو وصرف، ادب اور کتب ستہ کی تعلیم حاصل کی۔

آپ کے آباء واجداد کی باڑا ہندوراؤ پرانی دہلی میں گوٹے کی دوکان تھی، چنانچہ آپ دہلی آکر اسی کاروبار سے وابستہ ہوگئے اور ساتھ ہی خارجی اوقات میں مدرسہ دارلحدیث رحمانیہ کے اساتذہ وشیوخ سے بھی کسبِ فیض کرتے رہے۔ یہ سلسلہ ۱۹۴۴ء تک جاری رہا۔ اسی دوران مسجد کلاں صدر بازار کے مدرسہ میں مولانا حاکم علی سے بھی معقولات کا درس لیا۔ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے نتیجہ میں جب ملک میں بدامنی اور انتشار کا ماحول پیدا ہوگیا اور لوگ پاکستان ہجرت کرنے لگے تو آپ بھی سندھ چلے گئے، لیکن وہاں کی فضا راس نہ آنے کے سبب جلد ہی واپس دہلی آکر اپنے پرانے کاروبار گوٹے سے جڑ گئے۔ اس پیشہ سے وابستہ لوگوں نے ''گوٹا مزدور یونین'' نام کی ایک کمیٹی تشکیل دی جس کے آپ ایک عرصہ تک صدر رہے۔ اسی طرح ''نگر پالیکا کھنڈیلہ'' کے چالیس سال تک چیئرمین رہے۔ اس عہدے پر اتنے لمبے عرصہ تک فائز رہنا اپنے آپ میں ایک ریکارڈ اور آپ کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے۔ اس دوران پورے قصبہ میں زبردست رفاہی امور انجام دیئے۔ جگہ جگہ نل کوپ لگوا کر عوام کے لیے پانی کا انتظام کیا، روڈ اور پختہ نالیاں بنوائیں اور کھنڈیلا کو ایک صاف ستھرے قصبہ میں بدل دیا۔ آپ کافی عرصہ ''ضلع کانگریس کمیٹی'' سیکر کے نائب صدر اور کھنڈیلہ کے صدر رہے۔ ان سیاسی وسماجی منصبوں پر فائز رہتے ہوئے بھی دینی کاموں اور جماعتی امور میں حد درجہ دلچسپی لیتے رہے۔ چنانچہ نونہالان قوم کی تعلیم وتربیت کے لیے ''مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ آپ شروع ہی سے جمعیت اہل حدیث ہند سے وابستہ رہے چنانچہ صوبائی جمعیت اہل حدیث راجستھان کے تقریبا ۲۵ سال ناظم اعلیٰ رہے اور تقریبا اتنے ہی عرصہ امیر کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ اپنے دور نظامت وامارت میں پورے صوبہ کا دورہ کرکے جماعتی اکائیوں کو منظّم کیا اور دینی اجتماعات منعقد کرکے دینی بیداری کی لہر پیدا کردی۔ ساتھ ہی مردم شماری کا کام بھی بحسن وخوبی انجام دیا۔ مزید برآں آپ کے طویل تجربات وبیش بہا خدمات کے پیش نظر آپ کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا نائب امیر بھی منتخب کیا گیا اور کافی عرصہ اس منصب پر فائز رہ کر اپنے تجربات سے جمعیت کو فائدہ پہنچاتے رہے۔ آپ پیرانہ سالی اور پاؤں سے معذور ہونے کے باوجود کھنڈیلہ سے سفر کرکے دہلی محض جمعیت کی محبت میں آتے رہتے تھے اور کئی کئی روز اہل حدیث کمپلیکس میں قیام رہتا تھا، وہاں کی عمارتوں کو دیکھ کر اور مہمان خانہ ودیگر سہولتوں سے متاثر ہوکر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے اور اس وقت کے امیر حافظ محمد یحییٰ دہلوی اور ناظم عمومی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی اور دیگر ذمہ داران کو خوب خوب دعائیں دیتے جس پر ہم آمین کہتے اور بسا اوقات باصرار وبتکرار داد تحسین وآفرین پر ہم شرمندہ ہوتے۔ کئی ماہ قبل جمعیت کی نوتعمیر اہل حدیث منزل اور اہل حدیث کمپلیکس کی بڑی عمارت کے تعمیر کے کام کو سن کر بڑی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دیدار وزیارت کے بڑے خواہش مند تھے مگر صحت نے ساتھ نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعائیں قبول فرمائے اور آپ کی ان حسنات، جذبات اور دعاؤں کا بہترین صلہ دے۔

آپ ایک صاحب طرز اور بلند آہنگ خطیب، مثالی داعی، فعال ومتحرک منتظم نیز ہردلعزیز سماجی خدمتگار تھے۔ آپ بڑے ہی خلیق وملنسار اور متواضع انسان تھے۔ بلاتفریق مذہب ومسلک عوام وخواص میں یکساں مقبول تھے۔ جمعیت وجماعت کی تعمیر وترقی کے لیے ہمہ وقت فکرمند اور کوشاں رہتے تھے۔ جماعت وجمعیت کے لیے ان کی گراں قدر خدمات قابل قدر و ناقابل فراموش نیز نئی نسل کے لیے مشعل راہ ثابت ہوں گی۔ ان کی وفات نہ صرف ان کے اہل خانہ بلکہ پوری جماعت وجمعیت اور ملک وسماج سب کا بڑا خسارہ ہے جو کہ اپنے ایک فعال ومتحرک، مخلص محنتی قائد اور کامیاب منتظم نیز سماجی خدمتگار سے محروم ہوگئے ہیں۔ ان کی طویل ملکی وسماجی اور رفاہی خدمات کے اعتراف میں راجستھان کے وزیر اعلی عزت مآب اشوک گہلوت جی نے ان کی خصوصی طور پر تکریم کی تھی اور سمان سے نوازا تھا۔ آپ کی نماز جنازہ کل بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔ جنازہ کی نماز آپ کے صاحبزادے جناب حافظ ذکاء اللہ صاحب نے پڑھائی۔ آپ کے آخری دیدار کے لیے پورے راجستھان سے بلاتفریق مذہب ومسلک خواتین وحضرات امنڈ پڑے۔ کھنڈیلہ کے بیوپاریوں نے اپنے طور پر کاروبار اور دکانیں بند رکھیں۔ بتایا جاتا ہے کہ علاقے کی تاریخ میں کسی کی موت پر اس قدر اہتمام پہلی مرتبہ دیکھنے کو ملا اور حکومت کے نمائندوں سے لے کر سماج کے مختلف طبقات نے ان کی موت کو بڑا سانحہ قرار دیا۔ ان کی زندگی قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی روشن مثال تھی۔

مولانا کے پسماندگان میں تین بیٹے محمد حامد، عبدالواجد اور حافظ ذکاء اللہ صاحبان دو بیٹیاں متعدد پوتے وپوتیاں اور نواسے ونواسیاں ہیں۔ ہم ان کے اہل خانہ نیز صوبائی وضلعی جمعیت کے ذمہ داران کے غم میں برابر شریک ہیں۔ اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے درگزر فرمائے جنت الفردوس کا مکین بنائے، جملہ پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جماعت وجمعیت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین

امیر محترم کے علاوہ ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز، نائبین امیر ڈاکٹر سید عبدالعزیز، حافظ عبدالقیوم، نائبین ناظم عمومی مولانا ریاض احمد سلفی، مولانا محمد علی مدنی، حافظ محمد یوسف چھمہ ودیگر ذمہ داران وکارکنان جمعیت نے ان کے پسماندگان ومتعلقین نیز جملہ سوگواران سے اظہار تعزیت کیا ہے اور ان کے لئے مغفرت اور بلندئ درجات کی دعا کی ہے۔

☆☆☆

جماعتی خبریں

مخلصانہ اپیل: جامعہ اسلامیہ سلفیہ عبداللہ پور، ضلع صاحب گنج، جھارکھنڈ ملت کا ایک مشہور ومعروف قدیم دینی، تعلیمی، اقامتی سلفی ادارہ ہے جو جنگ آزادی کے پہلے سے تدریسی، دعوتی، تبلیغی، فتاوی اور فرائض وغیرہ گوناگوں خدمات انجام دیتا آرہا ہے، صوبہ جھارکھنڈ کے اندر اس ادارہ کو مرکزیت حاصل ہے۔ اس کی خدمات ومساعی قابل تعریف ہیں، اس ادارہ میں مکتب سے فضیلت مع حفظ کی تعلیم دی جاتی ہے۔

آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ جامعہ دیرینہ اہداف وعزائم کی تکمیل کے لئے اور علاقہ کے عوام کی خواہش کے مطابق تعلیم نسواں کے فروغ کی غرض سے کلیۃ البنات کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جس کے لئے مستقل ہوسٹل اور درس گاہ کی ضرورت ہے اس لئے دار جدید کے مشرق میں چار بگھہ زمین کا انتظام کیا گیا ہے جس میں مدرسۃ البنات کی عمارت تعمیر کی جائے گی ان شاء اللہ اور روڈ سے مدرسہ تک جانے کے لئے راستہ خریدا جاچکا ہے۔ فی الحال اعلیٰ صلاحیت کے انیس معلمین، چار معلمات اور گیارہ ملازمین کی خدمات جامعہ کو حاصل ہے۔ طلبہ وطالبات کی جملہ تعداد پانچ سو ہے ہاسٹل میں دوسو طلبہ اور ایک سو پچاس طالبات ہیں جن کے خورد ونوش کا انتظام وانصرام ادارہ کرتا ہے اس کے علاوہ چند کمرے زیر تعمیر ہیں جن کی تکمیل ضروری ہے۔ معلمات وملازمین کی تقرری اور دیگر اخراجات بھی ہیں جو اس ہوش ربا گرانی میں جامعہ کے لئے یہ ایک بار گراں ہے۔ فی الحال دار جدید کے دوسرے منزل میں ماہ رمضان کے بعد نئے سیشن سے رہائشی طالبات کو جماعت ثانی تک تعلیم دی جائے گی ان شاء اللہ

لہٰذا ہمدردان قوم وملت سے دردمندانہ اور مخلصانہ اپیل ہے کہ اس کار خیر کی تکمیل کے لئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور ثواب دارین کے حقدار بنیں اور اپنے صدقات، زکوٰۃ، عشر اور دیگر عطیات سے نوازیں جس سے جامعہ کے تعمیری منصوبوں کو موثر طریقے سے انجام دیا جاسکے اور رہائشی طالبات کے لئے قیام وطعام اور درس وتدریس کا انتظام کیا جاسکے اور اس نشرگاہ علوم نبوت کی دیگر ضروریات مکمل ہوجائے۔ ان اللہ لا یضیع أجر المحسنین (عالم گیر عالم سکریٹری، وحیدالزماں نائب سکریٹری جامعہ ہذا)

ایک ضروری اعلان: جامعہ اسلامیہ سلفیہ عبداللہ پور کے سابق شیخ الحدیث ڈاکٹر شیخ مصلح الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات جامعہ کے شعبہ تبلیغ کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں پبلک کے اندر مفت تقسیم کی گئی ہے۔ فی الحال اراکین جامعہ نے شیخ کے جملہ تصانیف کو یکجا کر کے شائع کرنے کا عزم کیا ہے، لیکن صد افسوس کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے کہ مذکورہ تصنیفات جامعہ میں دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس لئے اہل علم حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ شیخ کا کوئی بھی کتابچہ اگر کسی حضرات کے پاس ہوتو درج ذیل پتہ پر بھیجنے یا مطلع کرنے کی زحمت گوارہ کریں۔ عین نوازش ہوگی۔ (وحیدالزماں نائب سکریٹری جامعہ اسلامیہ سلفیہ عبداللہ پور، جھارکھنڈ موبائل 9939748233)

انتقال پر ملال: یہ خبر انتہائی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کی معروف شخصیت اور مسجد محبوبیہ چنچل گوڑہ کے صدر محترم جناب عبدالمقتدر عرف پاشاہ بھائی (وہاب اینڈ کو) مورخہ ۶/ستمبر ۲۰۲۰ء کو صبح 4-30 بجے وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوف بڑے مخلص، ملنسار، جماعتی خدمت گزار، با اخلاق وباکردار انسان تھے۔ آپ کی وفات جمعیت وجماعت کا خسارہ ہے۔ اسی روز بعد نماز عصر مسجد محبوبیہ (اہل حدیث) چنچل گوڑہ میں جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے اور جمعیت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ ہم مرحوم کے پسماندگان اور شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد کے ذمہ داران ومتعلقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ (شریک غم: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

انتقال پر ملال: یہ خبر نہایت ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ شہری وضلعی جمعیت اہل حدیث ناگپور کے سابق ناظم اعلیٰ اور جماعت وجمعیت کے بڑے ہی مخلص اور محنتی خادم جناب ڈاکٹر عبدالکریم صاحب (ناگپور) کا طویل علالت کے مورخہ ۸/ستمبر ۲۰۲۰ء کی شب کے تین بجے بعمر تقریبا ستر سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم بڑے خلیق وملنسار اور منکسر المزاج، غیور ومحبّ اور فدائے جماعت وجمعیت تھے۔ کچھ دنوں پہلے اسپتال میں ایڈمٹ کیا گیا تھا اور ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل بھی کی گئی تھی۔ لیکن صحت بحال نہ ہوسکی۔ اللہ کی مرضی تھی۔ پسماندگان میں اہلیہ، تین بیٹے، بیٹی اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں مقام عطا کرے، پسماندگان ومتعلقین اور خویش واقارب کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے اور جمعیت وجماعت کو نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین (شریک غم: اصغرعلی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

سانحہ ارتحال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ محترم جناب الحاج محمد ایوب اکبانی کا کا صاحب صدر قدوائی ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائیٹی لشکری باغ ناگپور کا بتاریخ 9 ستمبر 2020 بروز بدھ بوقت نماز فجر انتقال پر ملال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف نہایت مخلص، ملنسار اور دینی مزاج کے حامل تھے۔ سوسائیٹی سے انہیں دلی لگاؤ تھا اور تاحیات ادارہ کے صدر کے عہدہ پر فائز رہے اور ادارہ کی فلاح وبہبودی کے لیے کوشاں رہے۔ موصوف دینی، ملی اور سماجی کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ وہ شہر کی ایک معروف شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔

اللہ موصوف کی مغفرت فرمائے، جنۃ الفردوس میں مقام عطا فرمائے، بشری لغزشوں کو معاف کرے اور آپ کے پسماندگان ووابستگان، ادارہ کے ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ وطالبات کو صبر کی توفیق بخشے۔ خصوصا جناب الحاج وکیل صاحب ناظم مالیات مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو اپنے دیرینہ رفیق کار کی جدائی کا بہترین اجر اور صبر وسلوان عطا فرمائے آمین۔

(مرکزی جمعیت اهل حدیث هند کے امیر، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جمله ذمه داران و کارکنان نے مذکوره مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظهار تعزیت کیا هے) ☆☆

بقیہ جماعتی خبریں صفحہ ۲۳ پر

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامية

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلانئی دہلی میں قائم اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ
''المعہد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیۃ'' میں نئے تعلیمی کلنڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

" المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامية" میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوارکسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پردوسال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہواس سے امیدوار کے حسن السیرۃ والسلوک پر کم ازکم دواساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈیا آدھارکارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اورداخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامية

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔011-26946205, 23273407،موبائل:09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند